لے ٹوٹے نہ زندگی کے ساز کی از ثمرہ بخاری

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

لے ٹوٹے نہ زندگی کے ساز کی

از

ثمرہ بخاری

www.novelsclubb.com

لے ٹوٹے نہ زندگی کے ساز کی

digest novels lovers group ❤❤

کھانے کے بعد چائے کا دور چل رہا تھا اور ساتھ ہی ایک اہم معاملہ ڈسکس ہو رہا تھا' جس میں سب ہی کی دلچسپی تھی۔ سوائے فاخر کے 'اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ چائے کا یہ کپ لے کر اپنے کمرے میں چلا جائے اور کمپیوٹر آن کر لے' مگر ابو نے ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے ہی سب کو لاؤنج میں اکٹھا ہونے کو کہا تھا۔

آج طارق بھائی 'عنبرین بھابھی اور ان کے دونوں شرارتی بچے بھی شام سے ادھر ہی تھے اور ان دونوں نے اکلوتے چاچو کو خوب تنگ کر رکھا تھا شام سے 'کبھی آئس کریم 'کبھی چپس 'کبھی چاکلیٹ کی فرمائش وقفے وقفے سے جاری تھی۔ کھانے کے بعد بھیا بھابھی واپسی کا پروگرام تھا مگر ابو نے روک لیا۔

وہ معاملہ جو ابو 'امی کے لیے نہایت اہم تھا۔ فاخر کو اس میں ذرا بھی دلچسپی نہ تھی۔ ہوتی بھی کیونکر اس نے نانا یا ننھیال کو کب دیکھا تھا' ہاں نانا کی سخت گیری کے بارے میں سنا ضرور تھا کہ دادی ان کا ذکر اکثر آنسوؤں کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔ دادی اور نانا سگے بہن بھائی تھے۔ جائیداد کا کوئی چکر تھا۔ وہ بہن کو حصہ دینا نہیں چاہتے تھے۔ دادا بھی شریف النفس آدمی تھے۔ انہوں نے بھی زور نہیں دیا پھر امی کی شادی ابو سے ہوئی 'اب نانا بیٹی کو بھی حصہ دینے کے حق میں نہیں تھے۔ ادھر ابو کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ دادا بھی سخت بیمار تھے۔ اس سلسلے میں سسر داماد میں تلخ کلامی ہوئی نانا ابو نے امی سے کہا۔

"اگر میری بیٹی ہو تو میکے واپس لوٹ آؤ اور اگر شوہر کا ساتھ دینا ہے تو پھر کبھی پلٹ کر میکے کی دہلیز پر مت آنا۔"

مکمل ناول

ثمرہ بخاری

امی نے ابو کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا کہ ننھے طارق کو
ں چھوڑ کر باپ کی بے جا ضد پر میکے بیٹھ جانا ان کے
دیک جائز نہیں تھا۔
دادی نے نانا کی بہتیری منتیں کیں مگر سخت گیر نانا
نے امی اور دادی کا داخلہ ان کے میکے میں بند کر دیا'
دی' بھائی کی یاد لیے ان سے ملنے کی تڑپ کے ساتھ
ں دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ امی کو کئی بار اپنے بہن
ئیوں اور ماں کے لیے روتے دیکھا' کبھی کبھار وہ
پ کر میکے فون کر لیا کرتیں۔ نانی' خالہ' ماموں بھی
ن کر لیتے یا خاندان کی کسی تقریب میں کبھی کبھی
قات ہو جاتی' ویسے تو اکثر نانا جہاں بھی تقریب میں
ن دونوں کی شرکت کی امید ہوتی' اپنی فیملی کو روک لیا
تے تھے مگر پھر بھی سالوں میں موقع مل ہی جاتا۔
۔ اور ماموں کی شادیاں ہوئیں مگر امی کسی شادی میں
ریک نہ ہو سکیں۔
اب وہی نانا' بیٹی اور اس کی فیملی سے ملنے کو بے
ن تھے اپنے کیے پر شرمندہ' اپنی زیادتیوں پر شدید
ماووں میں گھرے ہوئے۔
''ابو میرے خیال میں اب وہاں کیا رکھا ہے۔ نانا نے
یا بہت برا کیا' اب ہم وہاں نہ ہی جائیں تو بہتر ہے''
رائے طارق بھائی کی تھی۔ جسے سنتے ہی امی نے
ت اختلاف کیا اور بولیں۔
''تم بھول رہے ہو طارق! وہاں میری بوڑھی ماں
بہن بھائی ہیں' میں ان کے لیے اور وہ میرے لیے
تڑپتے رہے ہیں۔''
''سوری امی! میرا مطلب آپ کو ہرٹ کرنا نہیں
میں تو یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ آپ ہم بہن بھائیوں کو تو

اس مسئلے سے دور ہی رکھیے۔ ہماری خالاؤں' ماموں نے ہمیں کہاں اتنا دیکھا ہے۔ ان کے دل میں ہمارے لیے بھلا کیا جذبات ہو سکتے ہیں۔ آپ جا کر مل آئیں بس کافی ہے۔"

"تم گھر بار والے ہو بیٹا! اور ہم نے تو کسی بھی بچے کے ساتھ کبھی کسی معاملے میں زبردستی نہیں کی۔ ٹھیک ہے' تم نہیں جانا چاہتے نہ جاؤ۔ تمہاری امی تو ضرور جائیں گی کہ ماموں (نانا' ابو کے ماموں لگتے تھے) اب بوڑھے ہو چکے ہیں ضد اور غصہ ان کے مزاج سے ختم ہو چکا ہے۔ وہ بیٹی سے ملنا چاہتے ہیں اور میں اس سلسلے میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ ہاں میں خود ابھی وہاں جانا نہیں چاہتا۔ تمہاری امی' فاخر کے ساتھ چلی جائیں گی اگر بیٹی نیلوفر بھی اپنی ننھیال جانا چاہے' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"نہیں ابو! آج تک نانا کے بارے میں جو کچھ سن رکھا ہے مجھے تو ان سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"

نیلوفر نے انکار کر دیا اور فاخر نے چائے کا کپ بطور احتجاج خاصی زوردار آواز کے ساتھ ٹیبل پر رکھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" ابو نے نوٹس لیا۔

"مجھ سے پوچھے بغیر فیصلہ کر دیا۔"

"لو یہ تو یوں کہہ رہا ہے جیسے ہم نے اس کا رشتہ طے کر دیا ہو۔" طارق بھائی نے مذاق اڑایا اور عنبرین بھابھی اثبات میں سر ہلا کر ہنسنے لگیں۔

"مجھے ہرگز نانا سے ملنے کا شوق نہیں۔ مجھے اس شخص سے کوئی دلچسپی نہیں' جس نے میری ماں اور دادی کو برسوں جدائی کی آگ میں تڑپایا ہے۔ دادی اسی بھائی کے لیے روتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئیں' یہ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔"

"آخر ہونا اسی نانا کے نواسے۔ ضدی ہٹ دھرم۔" ابو کو غصہ آگیا۔

"لیکن میں ہی کیوں جاؤں؟" اب کے احتجاج ذرا دھیما تھا۔

"اس لیے کہ یہ تمہارے باپ کا حکم ہے۔" ابو کا انداز خاصا فاتحانہ اور بارعب تھا۔ اس نے کپ اٹھایا اور خاموشی سے چائے پینے لگا۔

☼ ☼ ☼

"اچھا تو ننھیال جا رہے ہو؟" ساری بات سن کر عدیل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جا نہیں رہا' بھیجا جا رہا ہوں۔ بس پتا نہیں ابو کو گھر میں' میں ہی فالتو کیوں دکھائی دیتا ہوں' سارے الٹے سیدھے کام مجھے ہی کرنے ہوتے ہیں۔ بقر عید پر بکرا کون لا رہا ہے؟ فاخر! اسے گھاس کھلانے کی ذمہ داری کس کے سر ہے فاخر کے سر۔ عید کے روز گھر کے قصائی کون لائے گا؟ بھئی فاخر ہے تو گوشت تقسیم کرنے کون جائے گا؟ اوہو فاخر ہے نا۔ ابو کے دوست بیمار ہیں' ان رات ہاسپٹل میں تیمارداری کون کرے گا؟ چھوٹا صاحبزادہ فاخر' ابو کی گاڑی خراب ہے ورکشاپ کے چکر کون لگائے گا؟ یہ الو کا پٹھا ہے نا بس ایک ہی' اور کون لگائے گا۔"

"بس بس۔ زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم نے جو کام گنوائے ہیں انہیں سن کر تو مجھے لگتا ہے' تم خوش قسمت ہو' ادھر میرا تو یہ حال ہے کہ تین بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہوں۔ بس اللہ تعالیٰ نے پتا نہیں کس مصلحت کے تحت نہیں دی۔ ماسی نہیں آئی' امی جھاڑو تھما دیتی ہیں' گوشت امی بھون رہی ہیں۔ سبزی چھوٹے صاحبزادے عدیل میاں بنا رہے ہیں۔ ابو دفتر سے تھکے ہارے لوٹے ہیں۔ عدیل بیٹا! ایک کپ چائے تو بنا دو۔ امی مصروف ہیں۔ اس لیے عدیل کو پکارا گیا ہے۔ ابا کے کپڑے تم پریس کر دو۔ دادا کی ٹانگوں میں درد ہے مالش کر دو۔ دادی کے سر میں تیل تو ڈال دو' دونوں بڑے بھائیوں کے حکم نامے الگ جان کھاتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں۔ دنیا میں کسی کو چھوٹا بیٹا نہیں ہونا چاہیے۔"

"واقعی ٹھیک کہتے ہو۔ اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا جن نانا صاحب سے میں نے آج تک سخت بے زاری محسوس کی ہے' ان کے سامنے جا کر سعادت مند

دکھائی دینے کی اداکاری کس طرح کروں گا۔ تمہیں تو پتا ہے میں کتنا سچا کھرا انسان ہوں۔"

"خیر میری جو رائے ہے تمہارے بارے میں اُسے تو الگ ہی رہنے دو' ویسے واقعی کام ذرا مشکل ہی ہے مگر خیر! تمہیں بھی مہم جوئی پسند ہے چلے جاؤ۔"

"اس میں مہم جوئی کہاں سے آئی مجھے تو بار بار اس بہو کا خیال آتا ہے جو ظالم سسرال سے بری طرح اکتائی ہوئی ہے مگر ان کے سامنے مسکرا مسکرا کر خدمت کے مظاہروں پر مجبور ہے۔"

"میرا خیال ہے' تمہارا حال اس بے چاری بہو سے بہتر ہی رہے گا۔"

"امی بھی تو ساتھ ہیں ورنہ میں نانا کو بتا دیتا کہ میں بھی ان ہی کا نواسا ہوں' شکر کریں لیٹ پیدا ہوا ورنہ ان کی سلطنت کی بنیادیں کب کی لرز چکی ہوتیں۔"

"عدیل! او عدیل بیٹا! تمہاری صغریٰ آنٹی آئی ہیں چائے کا پانی چولہے پر رکھو اور دوڑ کر بازار سے کیک اور چکن رول تو لے آؤ۔" عدیل کی امی نے کمرے میں جھانک کر کہا۔

"کمال ہے امی! میرے پاس موٹر سائیکل ہے اور آپ پتا نہیں کیوں مجھے پیدل ہی دوڑانے پر اصرار کرتی ہیں۔"

"اچھا۔ زبان مت چلاؤ جلدی کرو' بلکہ ایسا کرو' چائے فاخر بنا لے گا تم بازار چلے جاؤ۔"

"مم۔ میں۔۔۔ آنٹی!" فاخر کو کرنٹ سا لگا۔

"ہاں۔۔۔ آ۔۔۔ چائے بنانا کون سی مشکل ہے کبھی گھر میں نہیں بنائی کیا؟ بڑے ہی نکمے لڑکے ہو۔"

مجبوراً" اسے کچن میں آنا پڑا۔ عدیل رول اور کیک ... لے آیا۔

اس نے کیک پلیٹ میں نکال کر چھوٹے چھوٹے ... آدھے پلیٹ میں پھیلا دیے باقی شاپر میں

"امی ناراض ہوں گی۔"

"کہہ دینا۔ فاخر نے چائے بنانے کی مزدوری لے لی تھی۔"

☼ ☼ ☼

امی میکے جانے کے تصور سے بہت خوش اور جذباتی ہو رہی تھیں۔ جانے میں تین روز باقی تھے۔ بڑی عجلت میں انھوں نے وہاں سب کے لیے تحائف خریدے۔ اپنے اور فاخر کے نئے کپڑے بنوائے۔ یہاں تک کہ بیگ۔ جن میں کپڑے رکھ کر لے جانے تھے وہ بھی نئے خریدے گئے۔

"اتنا سامان! ہم آخر کتنے دن رہیں گے وہاں؟" اس نے اتنے اہتمام پر الجھ کر پوچھا۔

"اتنے عرصے کے بعد میکے جا رہی ہوں۔ کچھ دن تو رہوں گی اور تمہیں یہاں کیا کام ہے۔ جاب کی تلاش میں ہی پھرنا ہے نا۔ وہ آکر پھر لینا نہ کوئی ملازمت

"خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کیلئے خوبصورت تحفہ"

فیبرک پینٹنگ اور ایمبرائیڈری

شائع ہو گئی ہے

خوبصورت سرورق' دیدہ زیب رنگین صفحات' دلکش طباعت

قیمت صرف 300/- روپے

330 روپے

ہمارے اسٹاکسٹ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ' اردو بازار' کراچی

لاہور اکیڈمی' چوک اردو بازار' لاہور

راولپنڈی

حیدرآباد

فیصل آباد

تمہارے من کو بھائی ہے نہ تم نے کرنی ہے۔"
"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔ اب تو میں نانا سے آپ کا اور دادی کا حصہ نکلواؤں گا اور بزنس کروں گا۔"
"خبردار جو تم نے وہاں جا کر کوئی ایسی بات کی' میں کوئی بدمزگی برداشت نہیں کروں گی۔"
"کمال ہے۔ آپ کو اپنے بچوں کا کوئی احساس نہیں۔ آخر اس عمر میں نانا اتنی دولت اپنے پاس جمع رکھ کر کیا کریں گے۔"
"کچھ بھی کریں' اگر مجھے دولت کی پروا ہوتی تو ابا نے تو کہا تھا شوہر اور بچے کو چھوڑ کر آجاؤ' میں نے انکار کیا۔ یہ نہیں پتا تھا میرے گھر ایسا لالچی بیٹا پیدا ہوگا' جسے دولت تمام رشتوں سے زیادہ عزیز ہوگی۔"
"یاد رہے نانا نے تب بھی یہ نہیں کہا تھا کہ شوہر اور بیٹا چھوڑ کر آجاؤ تو حصہ تمہیں دے دوں گا۔"
"اچھا۔ اب تم کیا جتانا چاہتے ہو؟" امی کو غصہ آگیا۔
"یہ ہی کہ نانا کی محبت ایک خوشنما فریب سے زیادہ کچھ نہیں۔"
"بکواس مت کرو۔ وہ میرے ابا ہیں۔ ان کے لیے سوچ سمجھ کر بولو۔"
"سوری' بس کیا کروں۔ میرے بھی جذبات کچھ زیادہ ہی شوریدہ ہو رہے ہیں۔"
وہ دونوں تیسرے دن دوپہر کو کوچ سے ملتان روانہ ہوئے۔ نانا ملتان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی جگہ پر رہتے تھے۔ کوچ کے بعد انہیں ٹیکسی میں وہاں جانا تھا۔
امی بہت خوش تھیں۔ سارے راستے بھولی بسری باتیں یاد کر کے اسے سناتی رہیں اور اسے بار بار یہی خیال ستا رہا تھا کہ ابو نے اسے اس کی مرضی کے بغیر بھیج کر اچھا نہیں کیا۔

جس حویلی کے سامنے امی نے ٹیکسی رکوائی وہ خاصی اونچی عمارت تھی مگر اندھیرے کے باعث شان و شوکت کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ گیٹ لکڑی کا خاصا پرانا اور بدرنگ سا تھا دیکھتے ہی اسے یہی خیال آیا اسے رنگ و روغن کی سخت ضرورت ہے۔ حویلی میں داخل ہوئے۔ سامنے راستہ تھا' اس کے دونوں جانب لان جو تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے پھر آگے ایک اور دروازہ۔
"یقیناً نانا کے پاس بہت دولت ہے حفاظت کے لیے دروازوں پر دروازے لگائے گئے ہیں۔" فاخر نے سوچا۔ ملازم سامان اٹھائے چل رہا تھا۔ سب سے آگے امی تھیں پھر وہ ملازم لڑکا جو سلام کرنے کے بعد سے خاموش تھا اور سب سے پیچھے فاخر تھا۔
امی نے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر دروازہ کھولا اور دروازہ کھلتے ہی جیسے زندگی جاگ اٹھی۔
"امی! آپا آگئیں۔"
"سلام آپا! کیسی ہو؟ تھک گئی ہوں گی۔"
"آجائیں ادھر آجائیں۔"
اور بہت سی دوسری آوازیں اور کئی چہرے دروازے کے قریب ہی رک گیا اور ٹیوب لائٹ کی روشنی میں ان ہنستے چہروں' بھیگی آنکھوں والی خواتین جائزہ لینے لگا۔ بہت سال پہلے دیکھا تھا مگر وہ پہچان تھا۔
یہ بڑی والی اس کی خالہ رفعت تھیں۔ چھوٹی وا سلمیٰ' باقی کی خواتین لڑکیوں اور بچوں کو وہ نہیں جانتا تھا۔ پھر کسی لڑکی کا سہارا لیے نانی چلی آئیں امی اور نا کے ملنے کا منظر خاصا جذباتی تھا۔ سب کے ہنستے چہرے اب سنجیدہ ہو رہے تھے۔ سب دوپٹوں سے آنسو پو رہے تھے۔
"آپ نزہت خالہ کے بیٹے ہیں؟" پندرہ سولہ سا ایک لڑکا اس کے قریب آکر پوچھنے لگا۔ اس نے اثبا

پکار رہی تھیں۔

"اچھا' یہ طارق ہے۔" اکثریت نے قیاس آرائی کی۔

"نہیں' یہ فاخر ہے۔" امی نے بتایا۔

"ارے اتنا بڑا ہو گیا۔" پھر نانی نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر ماتھا چوما۔ اس کے بعد رفعت خالہ نے پیار کیا۔ سلمیٰ خالہ تو اس سے کچھ زیادہ بڑی نہیں لگ رہی تھیں امی تو یہی بتاتی تھیں کہ وہ طارق بھائی سے بھی دو تین سال بڑی ہیں مگر دبلی پتلی' گوری رنگت' سبک نقوش والی سلمیٰ خالہ تو اسے کہیں سے بھی اتنی بڑی نہیں لگ رہی تھیں۔

"چلو آؤ' ابا کے کمرے میں چلتے ہیں۔"

رفعت خالہ نے امی کا ہاتھ پکڑا مگر وہ وہیں ٹھہر گیا۔

"آئیں فاخر بھائی!" کسی نے اسے وہیں مستقل کھڑے کھڑے دیکھ لیا تھا۔ امی بھی متوجہ ہوئیں اور ان کی پکار پر اسے قدم بڑھانا پڑے۔

نانا کا کمرہ چند ہی قدموں پر تھا۔ دروازوں پر پرانے پردے' فرش پر بچھا ہوا قالین' قدیم بھاری بھرکم فرنیچر اور نانا کا بیڈ جس کے پائے بہت موٹے تھے اور وہ فرش سے خاصا اونچا تھا۔

اور اسی پرانے موٹے اور لمبے پائیوں والے پلنگ پر نانا بیٹھے تھے۔

باہر جو لوگ جس بول رہے تھے اب بالکل خاموش مؤدب تھے۔ امی کا چہرہ بھی اب بہت سادہ اور تاثرات سے پاک دکھائی دینے لگا تھا۔

"السلام علیکم ابا جان!" وہ پلنگ کے پاس جا کر رک گئی تھیں۔ نانا نے سلام کا جواب دیا اشارے سے قریب بلایا اور سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے خیر خیریت دریافت کی۔ پھر ساتھ ہی ابو کے بارے میں پوچھنے لگے۔

"وہ تو نہیں آئے۔" امی کی آواز دھیمی ضرور تھی مگر کمزور نہیں تھی۔

"وہ نہیں آیا۔ اکیلے ہی بھیج دیا تمہیں۔ کافی لمبا سفر ہے پھر کوئی سواری سیدھی بھی ادھر نہیں آتی۔"

"میں اپنے بیٹے کے ساتھ آئی ہوں' آؤ فاخر! ابا کو سلام کرو۔" پتا نہیں کیوں انہوں نے تمہارے نانا کہنے سے پرہیز کیا۔

وہ آگے بڑھا۔ سلام کیا تو نانا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور چھوڑ دیا۔

"یہ میرا چھوٹا بیٹا ہے۔ فاخر نام ہے اس کا۔" امی خود ہی بتانے لگیں۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا اور بولے۔

"اچھا اچھا' کیا کرتا ہے؟" اور فاخر کے جی میں آئی کہہ دے' آپ سے اپنی دولت وصول کر کے عیش کرنے کے خواب دیکھتا ہے۔"

اسے یہاں کا ماحول' یہاں کے باسی سب ہی اپنے ماحول سے بہت مختلف لگے تھے۔ ٹھیک ہے یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا مگر یہ کسی غریب آدمی کا چھوٹا سا گھر نہیں' پیسے والے کی حویلی تھی مگر یہاں کے مکین کس قدر سادہ سے تھے۔ لڑکیاں سروں پر دوپٹے اوڑھے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے۔ لڑکے سادہ شلوار سوٹ میں ملبوس' ویسے یہاں اس نے کسی نوجوان کو نہیں دیکھا۔ سب لڑکے چودہ پندرہ سال تک کی عمر کے تھے اور نانا جن کی شخصیت کے بارے میں وہ کیا کیا سوچ کر آیا تھا۔ درمیانے سے قد کے ایسے شخص دکھائی دیے' جن کا چہرہ بتاتا تھا کہ وہ ضدی بھی ہیں کچھ بے رحم بھی مگر ان کے چہرے پر رعب جلال کی پُروقار کیفیت اس نے نہیں دیکھی' ہو سکتا ہے جب صحت ساتھ ہو تب وہ ایسے دکھتے ہوں مگر اب تو عمر کی زیادتی نے وہی کچھ ان کے چہرے پر لکھ دیا تھا' جو انہوں نے ساری عمر کیا تھا۔

"بیٹھو تم لوگ۔" انہوں نے سب سے کہا۔

"آپ آرام کریں۔ ہم صحن میں بیٹھتے ہیں۔" نانی رسان سے بولیں۔

اور سب یقیناً یہاں سے بھاگنے کو تیار تھے۔ نانا کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب باہر نکل چکے تھے۔ صحن میں بستروں کی قطاریں تھیں۔ چار بستر ادھر لگے تھے تین ذرا فاصلے پر پھر چھ سات چارپائیاں خاصے فاصلے پر

بچھی ہوئی تھیں۔ پنکھے چل رہے تھے لال اینٹوں کا صحن دھلا ہوا تھا اور ٹی وی بھی ادھر ہی رکھا تھا۔ چھوٹے بچے جاتے ہی اپنے بستروں پر لیٹ گئے۔ اسے کبھی یوں کھلے آسمان تلے سونے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہاں سب ایک ہی جگہ پر سوتے تھے۔ اسے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔

"پانی لیں بھائی!" ایک لڑکی ٹرے تھامے سامنے کھڑی تھی۔ ٹرے میں اسکوائش کے گلاس رکھے تھے۔ اس نے ایک اٹھالیا۔

"آپا! میں نے تمہارے لیے کچنار گوشت بنایا ہے۔ تمہیں بہت پسند تھا ناں۔"

اور امی نے ایک بار پھر رفعت خالہ کو گلے لگالیا۔

"ہائے رفی! کیا کیا یاد رکھا ہے تم نے۔"

دونوں بہنیں پھر سے رونے لگیں۔ کامران اور ایک لڑکی خالہ رفعت اور امی کو چپ کرانے لگے۔ وہ ایک طرف بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا۔

"اے کیسے بیٹے ہو۔ ماں رو رہی ہے۔ تم آرام سے بیٹھے ہو۔ چپ کراؤ ماں کو۔" پتا نہیں امی ہی کی عمر کی خاتون 'امی کی کیا لگتی تھیں جو یوں رعب جھاڑ رہی تھیں۔

اس نے گلاس ہاتھ سے رکھ دیا اور بولا۔ "یہ تو خوشی کے آنسو ہیں' انہیں رو لینے دیجئے۔"

اب کے خاتون نے اثبات میں سر ہلایا اور بولیں۔ "میں تمہاری امی کی کزن ہوتی ہوں۔ تمہاری دادی میری بڑی خالہ تھیں۔"

"اچھا یاد آیا۔ امی اور دادی کی زبانی آپ کا ذکر تو سنا ہے۔ آپ شاید ثروت آنٹی ہیں۔"

"جیتا رہ میرا بچہ۔ بالکل ٹھیک پہچانا ہے۔ میں ثروت ہوں اور یہ میرے بچے ہیں۔ سامنے بیٹھے آٹھ دس بچوں کی طرف اشارہ ہوا۔ پتا نہیں وہ سارے ان کے تھے یا ان میں سے کچھ ان کے تھے۔

چھوٹی خالہ کھانا لگانے کے لیے اٹھیں اور لڑکیوں کو پکار کر بولیں۔

"صائمہ عامرہ! میرے ساتھ آؤ برتن تم لوگ لگا دینا۔ میں کچن کا کام دیکھ لوں گی۔"

ان کے پیچھے ہی دو لڑکیاں خود ہی اٹھ کر کچن میں چلی گئیں۔

سرخ اینٹوں کے فرش والا صحن کافی کشادہ تھا اور یہاں صرف ایک ٹیوب لگائی گئی تھی' جس کی روشنی بہت کم محسوس ہو رہی تھی اور اسے اس اندھیرے اجالے کی درمیانی کیفیت سے الجھن ہونے لگی تھی۔

"آپ پڑھتے ہیں فاخر بھائی؟" کامران اور اس کے ہم عمر دو لڑکے اس کے سامنے والی چارپائی پر آبیٹھے اور اپنائیت بھرے انداز میں پوچھنے لگے۔

"تم لوگ بتاؤ۔ تم کیا کرتے ہو؟" وہ بھی اکیلا بیٹھا بور ہو گیا تھا ان سے باتیں کرنے لگا۔

آدھے گھنٹے بعد خالہ سلمٰی نے سب کو اندر آکر کھانا کھانے کے لیے کہا۔

کمرے میں دری بچھی تھی جس پر کھانا چنا گیا تھا۔ صرف پھلکے اور کچنار گوشت کا سالن' پرانے سے برتن' جھڑتی سفیدی والا کمرہ' بوسیدہ فرش اسے گھٹن کا احساس ہونے لگا۔

"بیٹھو نا۔ کھڑے کیوں ہو۔" امی اس کے برابر ہی کھڑی تھیں ناچار اسے قدم بڑھانے پڑے۔

"کاش کوئی پنکھا ہی تیز کر دے جس سے ہوا کم اور آواز زیادہ آرہی ہے مگر شاید اسپیڈ بڑھانے سے آواز بھی بڑھ جاتی ہو گی۔ اسی لیے سب اتنی گرمی اور تھٹن میں صبر کیے بیٹھے ہیں۔" وہ سخت اکتایا ہوا تھا۔

نالی دری پر اس کے اور امی کے برابر بیٹھ گئیں اور بڑی محبت سے اس کے لیے خود سالن نکالنے لگیں۔ چن کر اچھی بوٹیاں اس کی پلیٹ میں ڈالیں اور اس کے سامنے رکھ دیں۔ اسے نالی کا بوڑھا چہرہ بہت خوبصورت اور اپنا اپنا لگا تھا۔ شاید اس لیے کہ ان کی صورت امی سے ملتی تھی یا شاید اس لیے کہ سالوں امی کو اسی وجود کے لیے تڑپتے اور چھپ چھپ کر روتے دیکھا تھا۔

کھانا خاموشی سے کھانے کے بعد ایک بار پھر سب باہر آگئے۔

"تم لوگ تھکے ہوئے ہوگے۔ سوجاؤ۔ اب باقی باتیں صبح ہوں گی۔" رفعت خالہ ان دونوں سے کہہ رہی تھیں۔

"نہیں رفو آپا یہاں آکر تم لوگوں سے مل کر ساری تھکن اتر گئی ہے۔ میں تو ساری رات جاگوں گی۔ تم لوگوں سے باتیں کروں گی۔"

"اچھا فاخر تو تھکا ہوا ہوگا اسے تو اب سوجانا چاہیے آؤ فاخر!"

خالہ اس کا ہاتھ تھامے بستروں کی آخری قطار کی جانب بڑھیں' جدھر باقی لڑکے بھی سو رہے تھے۔ وہ یکدم رکتے ہوئے بولا۔

"مجھے کھلے آسمان تلے سونے کی عادت نہیں ہے' میں کمرے میں ہی سونا چاہتا ہوں۔"

"کمرے میں۔" انہوں نے کچھ سوچا پھر اثبات میں سر ہلادیا۔

کمرے میں پرانا بیڈ بچھا تھا مگر وہ اتنا مضبوط اور وسیع ہرگز نہیں تھا جتنا کہ نانا کا بیڈ تھا اس کا رنگ خراب ہوچکا تھا اور پیچ بھی ڈھیلے ہورہے تھے۔ اس پر جو بیڈ شیٹ تھی وہ بھی اپنا اصل رنگ کھوچکی تھی مگر صاف ستھری ضرور تھی۔ پنکھا یہاں بھی ہوا کم اور آواز زیادہ دیتا تھا وہ تھکا ہوا تھا اس لئے زیادہ غور کرنے کا موقع نہیں ملا اور وہ نیند کی آغوش میں اتر گیا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی تھی۔ تھکن کا شدید احساس' مارے پیاس کے خشک ہوتا گلا اور پنکھے کا منحوس شور کانوں کے پردے پھاڑتا ہوا۔ پہلے تو یاد ہی نہیں آیا کہ وہ ہے کہاں جب یاد آیا تو سر جھٹک کر بیڈ سے اترا چپل پاؤں میں ڈالی اور دروازے کی جانب لپکا سامنے برآمدے اور اس سے آگے وہی سرخ اینٹوں کا صحن جہاں بستروں کی قطاریں تھیں اور یہیں امی' ان کی بہنیں اور نانی ابھی تک بیٹھی باتیں کررہی تھیں۔ وہ برآمدے کی سیڑھیوں سے اترا تو ان سب کی توجہ اس کی جانب ہوگئی۔

"ارے تم سوئے نہیں' نئی جگہ ہے نا۔ نیند نہیں آرہی ہوگی۔" سب نے اظہار خیال کیا۔

"اندر گرمی بہت ہے۔ سویا نہیں جارہا۔" انداز بیزار کن تھا۔

"اچھا اب ادھر بھائیوں کے ساتھ جاکر سوجاؤ۔ تمہارا بستر بھی لگا ہوا ہے۔"

"ہاں میرے لال! باہر کی فضا بھی بہت اچھی ہے۔ نئی جگہ ہونے کے باوجود تمہیں نیند آجائے گی۔" نانی نے بھی پچکارا اور وہ خاموشی سے اس قطار کی جانب بڑھ گیا۔ واقعی انہوں نے ٹھیک کہا تھا بستر پر آتے ہی وہ نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور بڑی گہری میٹھی نیند سویا مگر اس خوبصورت پرسکون رات کی صبح اسے بڑی منحوس لگی تھی۔ اف' جب آنکھ کھلی تو سورج عین سامنے چمک رہا تھا۔ فضا میں پرندوں اور انسانوں کا شور بپا تھا۔

"یا اللہ' میں کہاں پھنس گیا۔" وہ سخت خراب موڈ کے ساتھ اٹھ بیٹھا مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اسے اب کدھر کا رخ کرنا چاہیے "ایک تو امی بھی یہاں آتے ہی اپنے بیٹے کو بھول گئی ہیں۔"

"جاگ گئے فاخر! اٹھو اب بستر چھوڑو۔ دیکھو تو کتنا دن نکل آیا ہے۔" سلمٰی خالہ خالی برتن ٹرے میں لگائے کچن کی طرف جارہی تھیں۔ برآمدے سے گزرتے ہوئے فاخر پر نگاہ پڑی تو ادھر چلی آئیں۔

"اٹھ کر کدھر جاؤں۔ یہ بھی بتادیں۔ توبہ' آپ کے ہاں صبح ہی صبح سورج کس قدر چمکنے لگتا ہے۔"

"صبح ہی صبح کہاں چندا! نو بج رہے ہیں۔" وہ مسکرائیں۔

"تو کمال ہے آج میں کتنا سویا ہوں۔"

"اچھا' ہم تو سمجھے تم بگڑے بچوں کی طرح دیر تک سونے کے عادی ہو۔"

سلمٰی خالہ کے انداز میں محبت اور بے تکلفی تھی۔ یقیناً انہوں نے صبح اٹھ کر شاور لیا تھا۔ بال بنائے تھے اور اب نکھری نکھری پنک اور فیروزی لان کے پرنٹ میں بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ ویسے وہ تھیں بھی بہت خوبصورت اور اب فاخر کو یہ خیال آرہا تھا کہ سلمٰی خالہ کی اب تک شادی کیوں نہیں ہوئی۔

"کیا سوچنے لگے اٹھو نا۔ دیکھو سارے بستر اٹھائے جاچکے ہیں۔ صحن بالکل خالی ہے صرف تم پوستیوں کی طرح بیٹھے ہو۔"

"ابو کی طرح مجھے نئے نئے نام مت دیجئے۔ یہ بتائیں یہاں سے اٹھنے کے بعد مجھے جانا کدھر ہے؟"

"واش روم ادھر ہے اور تم لوگوں کا سامان وہیں رکھا ہے۔ جہاں رات تم سوئے تھے۔"

"کہاں سویا تھا۔ مجھے اتنے کمروں میں بھلا خاک پتا چلے گا۔"

"وہ جو سامنے دروازہ ہے نا جس کے آگے پردہ پڑا ہے' وہی تم لوگوں کا کمرہ ہے۔ ویسے آپا (امی) تو اماں جان کے پاس ہی بیٹھی ہیں اور ادھر ہی رہیں گی یوں سمجھو یہ کمرہ صرف تمہارا ہے۔"

"بہت شکریہ۔" وہ بستر چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

سب سے پہلے کمرے میں جاکر بیگ سے اپنے کپڑے اور ٹوتھ برش نکالا پھر واش روم کا رخ کیا۔

جب وہ نہا کر آیا تو ناشتا لگ چکا تھا بلکہ شروع ہوچکا تھا' اس نے دسترخوان پر نگاہ دوڑائی۔ رات کا بچا ہوا سالن' روٹی اور دہی۔ ہاں ایک الگ ٹرے امی کے آگے رکھی گئی تھی۔ اس میں سلائس اور فرائی انڈے موجود تھے یقیناً یہ ان ماں بیٹے کے لیے تھا۔

"بیٹا! ناشتا کرکے اپنے نانا کے کمرے میں آجانا۔" نانی اماں کے کہنے پر اس نے اثبات میں سر ہلادیا مگر ایک سوال بار بار اس کے ذہن میں ابھر تا رہا۔

"بہن اور بیٹی کا حصہ مارنے والے نانا کا گھر ایسے حالوں میں کیوں ہے کہ یہاں کے مکین اچھا کھانے' اچھا پہننے کو ترستے ہیں۔ یہ خستہ حال در و دیوار' خالی دسترخوان' کیا نانا بہت کنجوس بھی ہیں؟"

جب یہ سب لوگ خاموش باادب نانا کے کمرے میں پہنچے تو وہ اخبار دیکھ رہے تھے۔

"ہوں آگئے تم لوگ۔" نانا اخبار تہہ کرکے سیدھے ہو بیٹھے۔

پھر کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر بولے۔

"آج ہمیں دو کانوں کا کرایہ لینے جانا ہے۔ کامران!

تم میرے ساتھ چلو گے اور رفعت مہینے بھر کے سودا سلف کی لسٹ بنا کر ہمیں دے دو تاکہ ہم سب کچھ لیتے آئیں اور سنو کوئی فالتو شے مت لکھنا۔"

"جی ابا جان!" رفعت نے دھیمی آواز میں کہا۔

"اور ثروت بیگم! تمہاری بیٹی صائمہ نے ایف اے کر لیا ہے۔ یہ بہت کافی ہے بس اب اسے آگے پڑھانے کی بات مت کرنا۔"

"مگر نانا!" لڑکی چپ نہ رہ سکی مگر ثروت خالہ نے لپک کر بڑی پھرتی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے تقریباً" دھکیلتے ہوئے باہر لے گئیں۔

"کامران اور زمان تم دونوں اب جوان ہو چکے ہو مفت کی روٹیاں توڑنا چھوڑ دو۔ اگر مزید پڑھنا ہے تو پھر پارٹ ٹائم جاب تلاش کرو اور اپنی پڑھائی کا بوجھ خود اٹھاؤ۔ بس بہت دن ہو گئے تم لوگوں کو عیش کرتے ہوئے۔"

فاخر نے ان دونوں کی جانب دیکھا بمشکل پندرہ سولہ سال کے وہ معصوم سی شکلوں والے لڑکے اس وقت سخت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

"ابا یہ پڑھ لکھ جائیں گے تو گھر کے حالات کچھ سدھرنے کی صورت پیدا ہو گی۔" رفعت نے سوکھے لبوں پر زبان پھیر کر بولنے کی ہمت کی تھی۔

"ہاں تو کب ہم نے منع کیا ہے انہیں' پڑھیں خوب پڑھیں مگر اپنی کمائی پر۔"

"مگر ابا! یہ بے چارے کیا نوکری کریں گے؟" رفعت رو دینے کو تھیں۔

"بس جو کہہ دیا سو کہہ دیا' بحث مت کرو۔ اور تم زینت! ادھر آ کر بیٹھو تم کیوں کھڑی ہو۔" امی چپ چاپ جا کر ادھر کرسی پر بیٹھ گئیں جدھر نانا نے اشارہ کیا تھا۔ سب لوگ ایک ایک کر کے کمرے سے جانے لگے' اسے اور امی کو نانا نے روک لیا۔

"اتنے دن اپنے کنبے' اپنی ماں بہنوں سے دور رہ کر تمہیں احساس ہوا ہو گا کہ خون کے رشتے کیا ہوتے ہیں۔"

"جی ابا! میں ان سب کے لیے بہت روئی ہوں۔ بہت یاد کیا میں نے ان سب کو۔"

"ہوں تو گویا اپنی حماقت کا احساس ہوا تمہیں؟" نانا کو یہ جواب یقیناً بہت اچھا لگا تھا۔

"نہیں ابا! مجھے یہاں آ کر اور بھی شدت سے یہ احساس ہوا کہ میرا فیصلہ کس قدر درست تھا۔ ثروت آپا' رفعت اور سلمیٰ ان سب کو دیکھ کر احساس ہوا۔ اللہ نے مجھ پر کتنا کرم کیا ہے۔"

نانا کا چہرہ رنگ بدل گیا۔ بولے۔

"تمہارے خیال میں ہم نے ثروت' رفعت اور سلمیٰ پر ظلم کیا ہے؟۔ ثروت رشتے میں ہماری بھانجی ہوتی ہے۔ یہ وہ ہوئی تو ہمارے گھر پناہ ملی۔ اس نے اور اس کے بچوں نے ہمارے گھر میں عزت سے زندگی گزاری تو کیا برا ہوا؟ رفعت کو اس کے میاں نے خود گھر میں نہیں بسایا' اسے اور اس کے تینوں بچوں کو بھی ہم نے دامن میں سمیٹ لیا۔ تم اسے برا کہتی ہو؟ رہی سلمیٰ تو اس کے لیے ہم مناسب رشتہ دیکھ رہے ہیں۔ جونہی کوئی اچھا لگا شادی کر دیں گے اس کی۔"

امی خاموش رہیں مگر ان کے چہرے پر یہ تحریر صاف لکھی تھی کہ انہوں نے نانا کی کسی بھی بات سے اتفاق نہیں کیا۔

"اور یہ صاحب زادہ ہے تمہارا' مجھے کچھ گستاخ اور تمیز سے عاری لگا ہے۔ اسے یہ نہیں پتا کہ بزرگوں کے سامنے کس طرح بیٹھا جاتا ہے۔"

روئے سخن ادھر تھا مگر اسے سن کر نہ تو شرمندگی نے گھیرا' نہ ہی وہ پزل ہوا' ایک ایسا شخص جو دوسروں سے ہر طرح کا سلوک رکھنے میں خود کو حق بجانب سمجھتا تھا چاہے وہ کتنا بزرگ اور رشتے میں کتنا ہی محترم کیوں نہ ہو فاخر کے دل میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

کچھ ہی دیر بعد ماں بیٹا کمرے سے باہر آ گئے۔

بڑے کمرے میں سب جمع تھے۔ ثروت کی بیٹی صائمہ جس کی تعلیم ایف اے کے بعد ختم کروا دینے کو کہا گیا تھا رو رہی تھی۔ کامران اور زمان الگ منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔ رفعت اور ثروت خالہ بے بسی کے

احساس سے چور کچھ نہ کچھ بولے جا رہی تھیں۔ نانی' سلمی اور باقی بچے بھی شدید ٹینشن کا شکار دکھائی دے رہے تھے۔

"مجھے پڑھنا ہے' بہت سارا پڑھنا لکھنا میرا خواب ہے۔" وہ ضدی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کہاں سے پڑھے گی تو' کون برداشت کرے گا تیرے خرچے۔ سنی نہیں اپنے نانا کی بات۔" ثروت جھنجلاہٹ میں بیٹی پر چلانے لگیں۔

"جائیداد میں ہمارا بھی حصہ بنتا تھا۔ نانا نے کبھی اس کا نام نہیں لیا۔" ثروت کی یہ بیٹی شاید باقی بچوں سے زیادہ دلیر تھی۔ سچ کہہ بیٹھی۔

"خاموش' خبردار جو ایک لفظ بھی منہ سے نکالا۔ تو نہیں جانتی اگر سن لیا انہوں نے تو دھکے دے کر نکال باہر کریں گے۔"

"نکال دیں۔ اچھا ہے بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے۔" وہ اور زور شور سے رونے لگی۔

"امی! ہم کیا کریں' ہمیں بھلا کہاں ملازمت مل سکتی ہے اور اگر ہم پڑھیں گے نہیں تو کیا کریں؟" کامران کی فکر اس کے چہرے پر لکھی تھی اور رفعت مجبور و بے بس تھیں۔ ثروت خالہ کا زمان الگ سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

یہ سب فاخر کے لیے بالکل نیا اور انتہائی تکلیف دہ تھا۔ "امی نے اتنے برس ماں بہنوں کی یاد میں آنسو بہائے مگر ہمارے باپ کی چھاؤں میں ہمارے لیے پُرسکون خوشیوں بھرا جہان آباد کر دیا۔ اگر امی' نانا کے سامنے ہار جاتیں تو میں' میری بہن اور بھائی بھی ایسی ہی زندگی گزار رہے ہوتے' اور میری ماں جو ان سب سے اتنی محبت کرتی ہے۔ جس نے ہماری خاطر ہمارے اچھے مستقبل کے لیے کبھی ادھر پلٹ کر نہیں دیکھا' میں اپنی ماں کے ان پیاروں کو زندگی کی جانب لانے کی پوری کوشش کروں گا۔" خود سے یہ عہد کرنے کے بعد اب تک جو بیزاری اور سستی کی کیفیت اس پر چھائی تھی وہ ہوا ہو گئی تو وہ ان سب سے بہت اپنائیت محسوس کرنے لگا۔ سب سے پہلے زمان اور کامران کو تسلی دی۔

"گھبراؤ نہیں' میں تمہارے لیے کچھ نہ کچھ انتظام کروں گا۔"

"لیکن آپ تو خود اس شہر میں نئے ہیں۔"

"اعتماد ہر جگہ راستہ بنا دیتا ہے۔ بس اب تم سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"میرے لیے بھی کچھ کریں نا۔" ثروت خالہ کی بیٹی نے درخواست کی۔

"جب تمہارا بھائی کمانے لگے گا' پھر تمہارے لیے کیا مسئلہ رہے گا۔ کتابیں فیس سب کے خرچے نکل آئیں گے۔"

"ہونہہ! آپ نانا کو نہیں جانتے' ایک بار جو بات کہہ دیتے ہیں بس کہہ دیتے ہیں۔ اب وہ مجھے کسی صورت تعلیم جاری نہیں رکھنے دیں گے۔"

"میں نے کہا نا۔ اب فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"فاخر! خدا کے لیے یہاں تو باز آجاؤ۔ ابا جان سے ضد نہ باندھو' وہ میرا داخلہ پھر سے بند کر دیں گے۔" امی گھبرائی تھیں۔

"تو کیا آپ چاہتی ہیں میں ان سب کو یونہی پریشان حال چھوڑ دوں۔ آپ آئیں اپنے پیاروں سے ملیں' چند دن ٹھہریں پھر اپنے گھر لوٹ جائیں اور یہ یونہی مسائل میں گھرے سسکتے رہیں؟"

"نہیں نہیں' خدانخواستہ بیٹا! میں کیوں یہ چاہوں گی۔ میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ نانا کو خفا مت کرنا۔"

"اتنے سال خفا رہ کر ان کو عادت ہو چکی ہے۔ اس لیے ان کی پروا مت کریں۔"

"آپ واقعی ہمارے لیے کچھ کریں گے؟" سب لڑکے لڑکیوں کو فاخر بڑی بلندی پر دکھائی دے رہا تھا۔

"بالکل یہ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ خدمت خلق کا مجھے ویسے بھی بڑا شوق رہا ہے۔ اور بڑے بڑے گمبھیر مسائل بھی میرے ہاتھوں سے حل ہو چکے ہیں۔"

"کیوں امی! بتائیں نا انہیں سب کچھ۔"

"تم خود ہی بتا دینا۔ اٹھو کامران! تمہیں ابا کے ساتھ جانا تھا۔" وہ اب بھی کچھ پریشان تھیں، یقیناً اپنے ابا کا خوف ستا رہا تھا۔

کامران کی تیاری کیا تھی۔ بس بالوں میں ایک بار پھر کنگھی کرنے کے بعد جوتے تبدیل کیے تھے اور تیار تھا۔ زمان ٹیکسی لے آیا۔ کرتا، سفید شلوار ہاتھ میں چھڑی لیے نانا اپنے کمرے سے نکلے، فاخر نے دیکھا وہ چھڑی پر بوجھ ڈال کر چلتے تھے اور پھر بھی انہیں قدم اٹھانے میں کچھ دشواری تھی۔

"پچھلے سال فالج کا ہلکا سا اٹیک ہوا تھا، تب سے چلنے پھرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔" نانی اسے بتانے لگیں۔

نانا اور کامران کے جانے کے بعد یہ لوگ پھر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ سلمٰی خالہ بھنڈیاں اٹھائے وہیں چلی آئیں اور سب سے باتوں کے دوران سبزی بنانے لگیں۔

"امی! آپ کے ایک بڑے بھائی بھی تو ہیں یعنی میرے ماموں، وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہے، نہ ہی ان کی فیملی سے ملاقات ہوئی ہے۔"

اس کی بات سن کر نانی کے لبوں پر جو مسکراہٹ ابھری، وہ دکھوں سے بھرپور تھی پھر آہ بھر کر بولیں۔

"ہاں عاصم نام ہے اس کا، وہ تمہارے نانا کی پہلی بیوی سے ہے۔ مجھے تو اللہ نے بس ان تین بیٹیوں سے ہی نوازا ہے۔ تمہارے نانا نے بیٹے کو ہمیشہ ان تینوں سے کہیں زیادہ چاہا اور فوقیت دی۔ نہ بہنوں کو جائیداد میں حصہ دیا نہ بیٹیوں کو، نزہت نے عقل مندی کی، انہیں چھوڑ دیا مگر شوہر کی دہلیز نہیں چھوڑی اور تمہارے باپ پر بھی شاباش ہے اس نے بیوی بچوں کو اپنی دولت جانا سسر سے اس معاملے میں ضد نہیں کی، مگر رفعت بڑی بدنصیب نکلی اس کے شوہر کو جائیداد کا لالچ تھا یہ کہہ کر بیوی بچوں کو یہاں چھوڑ دیا کہ جب تمہارا باپ تمہیں تمہارا حصہ دے تو پھر آجانا اس کا خیال تھا اس طرح سسر پر دباؤ ڈال کر کامیاب ہو جاؤں گا مگر ادھر جو شخص تھا۔ اس کے سینے میں بیٹیوں کے لیے درد تھا ہی کب۔ رفعت دو سال یہاں بیٹھی کبھی باپ کی منت کرتی رہی کبھی شوہر کو سمجھاتی رہی نہ یہ ٹس سے مس ہوئے نہ اس کا لالچ ختم ہوا جب دیکھا ہاتھ کچھ نہیں آئے گا، رفعت کو طلاق بھجوا دی اور خود ایک مالدار بیوہ سے شادی کرلی۔ میری رفعت اور اس کے تین معصوم بچے تو بس رُل ہی گئے ہیں اور یہ بدنصیب ثروت یہ بھی رشتے کی بھانجی ہوتی ہے۔ جائیداد تو یہ ساری جدی پشتی ہے۔ حصہ دار کئی نکل آتے ہیں۔ بس یہ بیوہ ہوئی اور اسے اپنے ہاں لے آئے کہ والدین اس کے وفات پا چکے تھے۔ کون دعوا کرتا کیسے یہ کہتی کہ ماموں میرا تو اچھا بھلا حق نکلتا ہے، مجھے دو وقت کی روٹی کھلا کر احسان مت کریں۔"

"مگر نانی اگر اتنی جائیداد ہے تو گھر کی یہ حالت کیوں؟ حویلی ہے تو کھنڈر نما، دسترخوان ہے تو سمٹا ہوا۔" وہ خود کو اس سوال سے روک نہیں سکا۔

"ٹھیک کہتے ہو بیٹا! مگر یہ تو خدا کی بے آواز لاٹھی ہے جس بھائی کے ساتھ مل کر بہنوں بیٹیوں کو کچھ حصہ نہ دیا۔ اسی کی بیٹی سے اپنے بیٹے عاصم کی شادی کردی تھی اور عاصم پھر ان سے زیادہ اپنے چچا کا سگا ہوگیا۔ گھی کی دو ملیں چلتی تھیں ہماری۔ اس کے علاوہ باغات، مکان، دوکانیں سب کچھ تھا۔ عاصم نے سب اپنے نام لکھوا لیا اور ان کے بھائی کے بیٹوں سے مل کر کچھ بیچا کچھ رکھا، بس جو بھی گیا ان کے پاس بس یہ حویلی اور دو تین دوکانیں ہی بچی ہیں جن کا کرایہ آجاتا ہے اور ہم عزت کی روٹی کھا لیتے ہیں۔"

"اف عاصم بھائی نے ابا کے ساتھ ایسا کیا؟۔ انہیں تو ابا نے شہزادہ بنا کر رکھا تھا۔" نزہت حیرت زدہ بھی تھیں اور سن کر افسوس بھی ہوا۔

"جن بچوں کو ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار دیا جائے وہ اکثر خود غرض ہی نکلا کرتے ہیں۔" نانی دھیرے سے کہہ کر بیڈ پر جا لیٹیں۔ شاید وہ بہت تھک چکی تھیں۔

"ابا کے ساتھ دھوکا عاصم بھائی اور ہمارے چچا نے کیا مگر اس کا غصہ بھی ہم پر ہی نکلا۔ انہیں ہم پر اور ہمارے بچوں پر ذرا اعتبار نہیں، انہیں یہی محسوس ہوتا

ہے کہ ہم سب مل کران کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش تیار کرتے رہتے ہیں' تم یقین کرو وہ اکثر راتوں کو اٹھ کر بھی یہ چیک کرتے ہیں کہیں ہم لوگ سر جوڑے اکٹھے بیٹھے ان کے خلاف باتیں تو نہیں کر رہے۔" رفعت خالہ دلگرفتہ سی بولیں۔

"اوہ میرے خدا' کیا ملا ابا کو اتنا کچھ کر کے" نزہت نے افسوس سے سر ہلایا۔

"تینوں دوکانوں سے کتنا کرایہ مل جاتا ہے؟" فاخر کچھ سوچتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"بارہ یا تیرہ ہزار۔" رفعت خالہ نے بتایا۔

"صرف بارہ تیرہ ہزار میں یہ سارا کنبہ گزارہ کر رہا ہے؟ پھر تو واقعی نانا یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ صائمہ پڑھائی چھوڑ دے اور لڑکے اگر مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ساتھ میں جاب بھی تلاش کر کے اپنے حصے کا بوجھ خود اٹھائیں مگر بات یہ بھی ہے کہ کیا دھرا بھی تو نانا کا ہے جسے سب بے گناہ بھگت رہے ہیں۔"

"مت پوچھو کہاں کہاں اور کس کس طرح بچت کر کے مہینہ گزارتے ہیں ہم لوگ۔" رفعت اور ثروت خالہ افسردہ اور مایوس تھیں۔

"خیر اب میں آگیا ہوں۔ کچھ نہ کچھ کر کے دم لوں گا۔"

"فاخر! جھوٹی آس مت دلاؤ۔" نزہت نے اسے ٹوکا۔

"میں واقعی سیریس ہوں والدہ! اور گھر میں تو چھوٹا بیٹا جان کر آپ لوگوں نے کبھی مجھے صلاحیتیں آزمانے کا موقع نہیں دیا مگر میرے دوستوں سے پوچھیے' میں کتنا ہر فن مولا ہوں۔"

"تم کیا کرو گے بیٹا؟" نانی مایوسی سے سر ہلاتی اٹھ بیٹھی تھیں۔

"لیٹی رہیے نا! اور میرا مشورہ ہے' آنکھیں بند کر کے اچھے وقت کے دو تین خواب بھی فٹافٹ دیکھ ڈالیے۔"

وہ اتنے پرسکون اور بااعتماد لہجے میں بات کر رہا تھا کہ سب کو امید ہو چلی تھی کہ واقعی وہ کچھ بہتر کرے گا ضرور۔ وہ سب اس کے ساتھ مسکرانے لگے تھے۔

دوپہر میں چنے کی دال بنی۔ ساتھ میں سلمیٰ خالہ نے پودینے کی چٹنی بھی بنالی اور سب کو کھانا دینے سے پہلے نانا کے لیے یہ دال اور چٹنی علیحدہ سے نکال کر احتیاط سے رکھ دی۔

"کیا نانا اور کامران دوپہر کے کھانے تک نہیں لوٹیں گے؟" وہ کچن کے دروازے میں اسٹول رکھ کر بیٹھا تھا اور سلمیٰ خالہ سے باتیں کر رہا تھا۔

"نہیں' ملتان جانے آنے میں کچھ وقت تو لگتا ہے۔"

"اچھا آپ نے بتایا ہی نہیں' یہ دوکانیں ملتان میں ہیں۔"

"ہاں' نہ صرف ملتان میں بلکہ اچھے خاصے بارونق علاقے میں ہیں ہمیں زیادہ کرایہ مل سکتا ہے مگر سب کو علم ہے یہ بوڑھا کمزور آدمی ہے' بس اسی لیے وہ لوگ کرایہ نہیں بڑھاتے۔"

"ہوں! انہیں یہ پتا نہیں اس بوڑھے کا ایک شیر دل نواسا بھی ہے۔ بس خالہ! اگلے مہینے کے لیے سو نہ رکھو کیا کیا فضول خرچیاں کرنی ہیں۔"

اس کے انداز پر سلمیٰ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"ارے خالہ! آپ ہنستی ہوئی کتنی پیاری لگتی ہیں بالکل ہماری چھوٹی بہن نیلوفر کی طرح اور میں نے اب غور کیا ہے نیلوفر کی شکل آپ سے بہت ملتی ہے۔"

"اچھا واقعی!" وہ بے حد اشتیاق سے پوچھنے لگیں۔

"ہاں' ہاں مجھ پر یقین نہیں تو بے شک امی سے پوچھ لیں' ویسے ایک بات مجھے کہہ لینے دیں خالہ! آپ اس سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ سنجیدہ' باوقار بالکل کسی شہزادی کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔"

"تم سب آجاتے۔ کتنا دل کرتا ہے ملنے کو۔"

"سچ کہوں' تب ہمیں ننھیال سے کچھ خاص انسیت ہی نہیں تھی۔ یہ مجھے یہاں آکر پتا چلا کہ میں نے یہاں آکر کتنا اچھا کیا ہے' جب میں نیلوفر اور

طارق بھائی اور ابو کو آپ سب کے بارے میں بتاؤں گا تب وہ بھی ملنے کو بے چین ہو جائیں گے۔ طارق بھائی کے دو شرارتی بچے بھی ہیں اور ہماری بھابھی بھی بہت ملنسار اور اچھے مزاج کی مالک ہیں۔ آپ سب بھی ان لوگوں سے مل کر خوش ہوں گے۔"

"نزہت آپا کہہ رہی تھیں میں زیادہ دن نہیں ٹھہر سکتی ایک دو روز میں واپس چلی جاؤں گی۔"

"ہاں خالہ! ہم آئے تو اسی ارادے سے تھے مگر اب میں نے سوچا ہے امی کو ملتان تک ساتھ جا کر کوچ پر بٹھا دوں گا اور خود واپس آجاؤں گا اور کچھ نہ کچھ مسائل حل کر کے ہی جاؤں گا۔"

"تم کتنے اچھے ہو فاخر! بہت ہمدرد اور خوبصورت دل ہے تمہارا۔"

"زیادہ تعریف نہ کریں یہ میرا کمزور ترین پہلو ہے، تعریف سنتے ہی مغرور ہو جاتا ہوں۔"

☼ ☼ ☼

اس نے عدیل کو فون کر کے ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔

"فکر نہ کرو، میں بڑے بھائی جان سے بات کرتا ہوں۔ ان کی جان پہچان میں ہر طرح کے لوگ شامل ہیں۔ غنڈے بدمعاش چاہیے ہوں گے تو وہ بھی مل جائیں گے، پولیس کی مدد چاہو گے تو وہ بھی مل جائے گی۔" اس نے فراخدلی سے پیشکش کی۔

"فی الحال تو مجھے تمہارے اور اپنے بھائی جان درکار ہیں۔ دیکھو نا میری تمہاری عمر ایسی ہے کہ جتنا مرضی بارعب دکھائی دینے کی کوشش کریں اکلا متاثر نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بھائی جانوں کی پرسنالٹی بھی ٹھیک ٹھاک، عمریں بھی نہایت مناسب، طارق بھائی سے میں نے بات کر لی ہے۔ تم اپنے بھائی جان نمبر ایک کو مناؤ۔ وہ نہ مانیں تو نمبر دو کی منتیں کر کے دیکھو۔" اس نے وضاحت کی۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ بھائی جان نمبر ون کی رائے ہی تمہارے بارے میں کافی اچھی ہے پھر جب یہ پتا چلے گا کہ طارق بھائی بھی اس مہم میں شریک ہیں پھر تو پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر یہ تو بتاؤ تم نے اس سلسلے میں اپنے مغرور حکمران نانا سے اجازت لے لی ہے؟"

"بالکل لے لی ہے۔ منہ سے کچھ نہیں بولے مگر جس طرح نکاح کے ٹائم پر لڑکی کی خاموشی کو رضامندی خیال کیا جاتا ہے اسی طرح اڑیل بددماغ لوگوں کی کسی معاملے میں خاموشی ان کی رضامندی ہی ہوا کرتی ہے۔"

"بالکل درست، میرا خیال ہے یہ قول میرا ہی ہوگا جو تم نے یاد رکھا اور اب اس موقعہ پر مجھے ہی مدبر بن کر سنا دیا۔" عدیل خوش فہم ہوا۔

"جی نہیں۔ یہ بالکل میرا ذاتی تجزیہ ہے آپ خوش فہمیوں کو دل میں جگہ نہ دیں، میرا خیال ہے، جو ہانڈی آپ پکا رہے تھے وہ نیچے لگ گئی ہے جلنے کی بو یہاں تک آرہی ہے، اس لیے خدا حافظ۔ ہاں بھائی سے بات کر کے جلدی مجھے اطلاع دے دو۔"

"کیا واقعی ایسا ہو جائے گا جیسا آپ سوچ رہے ہیں؟" کامران اور زمان نو عمر لڑکے تھے اور انہیں اپنے سے بڑے فاخر کی پرسنالٹی اس قدر بھائی تھی کہ وہ اسے اپنا آئیڈیل قرار دینے لگے تھے۔

"ارے یہ تو صرف کرائے بڑھانے کا مسئلہ ہے نا۔ میں اگر کچھ وقت یہاں گزار لوں تو اس حویلی میں دولت کی ریل پیل ہو جائے اور تم سب دولت کے نشے میں چور نانا سے بھی زیادہ مغرور ہو جاؤ۔"

"فا۔۔۔ فاخر بھ۔۔۔ بھائی نا۔۔۔ نا جا۔۔۔ ن!" زمان نے ہکلا کر توجہ بائیں جانب نانا کے کمرے کی جانب مبذول کروائی تھی۔ کامران گھبراہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا اور وہ جس نے نانا کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ پورے اطمینان سے بیٹھا تھا۔ نانا کچھ دیر اسے گھورتے رہے پھر واپس پلٹ گئے۔

"ارے انہوں نے آپ کو کچھ بھی نہیں کہا۔ یہ تو کمال ہو گیا۔" دونوں مزید متاثر ہو گئے۔

"رعب سے دبایا اسے جاتا ہے جو دب جاتا ہے، جو

ڈٹ جائے اس کے منہ سیانے نہیں لگا کرتے۔" اور دونوں نے جھٹ اثبات میں سر ہلا دیا۔

☼ ☼ ☼

"ارے ارے تم کہاں بھاگے جا رہے ہو۔" ریحان تیزی سے بھاگتا ہوا ادھر سے گزرا تو اس نے آواز دے ڈالی۔

"قیصر بھائی آئے ہیں۔ مٹھائی کا بڑا سا ڈبہ بھی ہاتھ میں ہے" دس سالہ ریحان پُر مسرت اعلان کر کے آگے بڑھ گیا یقیناً یہ اطلاع دیگر افراد تک بھی پہنچانی تھی۔

"یہ قیصر صاحب کون ہیں؟" اس نے دونوں سے پوچھا۔

"نانا' نانی کے پرانے جاننے والوں میں سے ہیں' نانا' قیصر بھائی کو بالکل پسند نہیں کرتے مگر نانی انہیں بے حد چاہتی ہیں اور بیٹا کہتی ہیں۔"

"یعنی یہ حضرت ایک خاموش و وفادار بیوی کو شوہر کی مخالفت پر آمادہ کرنے کا موجب بن رہے ہیں۔ ذرا دیکھوں تو ہیں کون۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اس سے پہلے کہ قدم بڑھاتا قیصر مٹھائی کا ڈبہ ہاتھ سے لیے خود ہی سامنے آ گئے۔

"السلام علیکم قیصر بھائی!" دونوں نے گرمجوشی سے استقبال کیا پھر فاخر کے پاس ہاتھ پکڑ کر لائے اور بولے۔

"یہ ہمارے نزہت خالہ کے بیٹے فاخر ہیں بہت ہی بہادر اور ذہین ہیں۔ نانا سے بھی نہیں گھبراتے۔"

آنے والے نے مسکرا کر فاخر کو دیکھا' ہاتھ ملایا اور آگے بڑھ گیا۔ درمیانے قد بت والے قیصر جن کا رنگ صاف اور آنکھیں بہت خوبصورت تھیں' فاخر کو اچھے لگے وہ عمر میں اس سے خاصے بڑے تھے مگر اس کا جی چاہا وہ ان سے دوستی کر لے۔

"آئیں نانا فاخر بھائی! ہم بھی ادھر ہی چلتے ہیں۔ قیصر بھائی' نانی کے پاس ہی بیٹھے ہوں گے۔"

لڑکوں کا اندازہ درست تھا۔ قیصر' نانی کے پاس بڑے کمرے میں موجود تھے اور گھر کے سب ہی افراد یہاں بیٹھے قیصر سے کچھ نہ کچھ پوچھ رہے تھے اور پھر یونہی اس کی نگاہ سلمیٰ خالہ کی طرف اٹھ گئی سر پر دوپٹہ تو وہ اوڑھے رکھتی تھیں مگر آج تو یہ آنچل بہت آگے تک سرکایا گیا تھا اور وہ ان سب سے پرے دروازے کے ساتھ لگ کر یوں کھڑی تھیں کہ چہرے کا ذرا سا حصہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ بار بار دوپٹے کا کونہ انگلی پر لپیٹنا اور کھولنا اور پھر ذرا کی ذرا چہرے کا رخ ادھر پھیر کر قیصر کو دیکھ لینا۔

"اوہ یہ سب' ہرا! واہ سلمیٰ خالہ!" اس کا جی چاہا چوری پکڑنے پر شور کر دے مگر یہ مصلحت کے خلاف تھا۔

قیصر بھائی کی بہن کے ہاں بیٹا ہوا تھا وہ اسی سلسلے میں مٹھائی لائے تھے کچھ دیر بیٹھ کر جانے کی اجازت طلب کرنے لگے نگر نانی نے انہیں کھانے پر روک لیا۔

"ممانی! بہت شکریہ' مگر کھانا پھر کبھی سہی اس وقت میں جلدی میں ہوں۔"

بات کہنے کے دوران انہوں نے بظاہر سرسری انداز میں ادھر دیکھا جدھر سلمیٰ کھڑی تھیں مگر فاخر کی نگاہ تو لگی ہی ان دونوں پر تھی پھر کیونکر جان نہ پاتا۔ قیصر کے اٹھنے سے پہلے سلمیٰ یہ جگہ چھوڑ کر غائب ہو چکی تھیں۔

خواتین کو الوداعی سلام کرنے کے بعد وہ نانا کے کمرے میں جانے کا کہہ رہے تھے۔ جب قیصر بھائی باہر نکلے تو فاخر بھی تھوڑی دیر کے بعد اسی راستے پر آیا اور اس نے پردہ ہٹا کر دیکھا سلمیٰ اور قیصر دھیرے دھیرے مگر عجلت بھرے انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ فقط ایک یا دو منٹ وہ سلمیٰ کے پاس رکے' پھر ان کے لبوں کو شرمگیں مسکراہٹ بخش کر نانا کے کمرے کی جانب بڑھ گئے اور سلمیٰ اسی مسکراہٹ کے ساتھ کچن سدھاریں۔

"یہاں زندگی اتنی بھی اداس اور ویران نہیں' جتنا میں سمجھا تھا۔ مکینوں کی آنکھوں میں خواب' دل میں امید ابھی زندہ ہے۔"

قیصر کو نانا کے پاس زیادہ دیر بیٹھنا تو تھا نہیں' بس سلام کرنا تھا اور اپنی امی کی جانب سے بھی حال احوال اور سلام پہنچانا تھا۔ اس کام میں دیر ہی کیا لگنا تھی وہ جب ان کے کمرے سے باہر نکلے تو فاخر منتظر تھا۔

"آتے جاتے رہا کیجئے قیصر بھائی! آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

"تم بھی بہت اچھے ہو فاخر! اس گھر کے مکینوں سے بہت مختلف۔"

"آپ کو اس گھر کے مکین پسند نہیں ہیں قیصر بھائی؟۔"

"یہ بات نہیں ہے فاخر! مگر مجھے ان کی ڈری سہمی اداس زندگی پسند نہیں ہے۔"

"پھر آپ نے ان کے لیے کیا کیا ہے؟"

"بھلا میں کیا کر سکتا ہوں۔ ماموں جان تو میری صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں۔" ان کے لہجے میں تھکن در آئی۔

"بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

"میں تو یہی کر سکتا تھا کہ ان کی ہمت بندھاتا رہوں اور یہ کام میں کرتا رہا ہوں۔"

"اگر میں آپ کو مزید کچھ کام سونپوں تو کریں گے؟"

"کیوں نہیں' ضرور۔" قیصر کو اپنے سے کئی برس چھوٹے نوجوان لڑکے کی بات یقیناً جوانی کا جوش ہی محسوس ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر میں آپ کو کسی بھی وقت کال کروں گا۔" اس نے قیصر سے ہاتھ ملایا۔

قیصر کے جانے کے بعد وہ کچن میں آگیا جہاں سلمیٰ خالہ روٹی پکا رہی تھیں۔

"اتنی گرمی میں تم کیوں چلے آئے۔ اندر چل کر بیٹھو۔" دوپٹے سے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں پھپھو گرمیوں نے کون سا ہمیشہ رہنا ہے' چار مہینوں کے لیے تو آتی ہیں' مہمان جان کر خندہ پیشانی سے پیش آیا کیجئے۔"

جواب میں کچھ کہنے کے بجائے سلمیٰ ہنس پڑیں۔ فاخر پھر گویا ہوا۔

"ویسے جو بہار کی مانند جاں فزا تھے۔ ان کی کون سی آپ نے خاطر خدمت کرلی' کمرے میں بھی نہیں آئیں۔ بس دیوار سے چپٹی کھڑی رہیں۔"

"کون' تم کن کی بات کر رہے ہو؟"

"اچھا اب بنیے نہیں' ابھی ابھی جو یہاں سے تشریف لے کر گئے ہیں میں ان ہی کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں' وہ قیصر صاحب' اب بھلا میں ان سے کیا بات کرتی۔ امی ابا سے ملنے آئے تھے وہ۔"

"بات کا تو مجھے نہیں پتا ایک تو میں بہت فاصلے پر تھا' دوسرے آپ دونوں بہت دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے۔"

اور سلمیٰ یوں گھبرائیں کہ روٹی پلٹنے والا ہاتھ گرم توے سے چھو گیا' سی کر کے ہاتھ پیچھے کھینچا تو فاخر نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"دھیان سے۔ اتنا کیوں گھبرا رہی ہیں۔ مجھے بھانجا نہیں بھانجی بلکہ چھوٹی بہن سمجھیے۔ ایک دوست کی طرح جانیے۔ پیام و سلام بھجوانا ہو اس کے لیے بھی میں حاضر ہوں۔ خط پتر کا مضمون بھی اچھا لکھ سکتا ہوں۔ گیارہ سال کا تھا محلے کی ایک باجی اپنے خط مجھ سے ایک ہیرو نما لڑکے کو بھجوایا کرتی تھیں اور اکثر میں وہ خط پڑھ لیا کرتا تھا بعض کے مضمون ابھی تک یاد ہیں آپ استفادہ کر سکتی ہیں۔"

"پلیز فاخر! مذاق مت اڑاؤ۔" وہ روہانسی ہو رہی تھیں۔

"مذاق کون کمبخت اڑا رہا ہے۔ میں تو صورتحال جاننے' محبت کی گہرائی ناپنے کی کوشش کر رہا ہوں اور آپ خفا کیوں ہو رہی ہیں مجھ غریب پر' میں نے کوئی ڈھنڈورا تھوڑی پیٹنا ہے بلکہ میں اس محبت کو پروان چڑھانے کے لیے اور کئی خفیہ راستے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا' پلیز مجھ پر بلکہ میری صلاحیتوں پر اعتبار کریں۔"

Scanned with CamScanner

"فاخر! تم ابا میاں کو نہیں جانتے۔" سلمیٰ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا اور روٹی بیلنے لگیں۔

"ہاں میں نانا کو بہت زیادہ نہیں جانتا مگر آپ تو جانتی تھیں نا پھر سب کچھ جانتے بوجھتے اس راستے پر کیوں چل پڑیں؟"

"یہ سب ارادے سے تھوڑی ہوا کرتا ہے۔ بس ہو جاتا ہے خود بخود اپنے آپ ہی۔"

"تو کیا آپ قیصر بھائی کے ساتھ بس وقت گزاری کر رہی ہیں۔"

"نہیں نہیں فاخر! تم کیسی باتیں کرتے ہو' بخدا مجھے غلط مت سمجھو۔ مجھے اپنی عزت' آبرو بہت عزیز ہے اور قیصر کے ساتھ میرا تعلق ایسا نہیں جس پر انگلی اٹھائی جا سکے۔ بس وہ مجھے اور میں انہیں اچھی لگتی ہوں۔ ان کی اماں کئی بار رشتہ لے کر ہمارے ہاں آئیں مگر ابا میاں چونکہ ایک بار انکار کے بعد اقرار اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اسی لیے انکار کرتے چلے گئے۔"

"جب پہلی بار انکار کیا تب انکار کی وجہ کیا تھی؟"

"قیصر ہماری ذات برادری سے نہیں ہیں اور کسی زمانے میں ان کی والدہ ہماری خاندانی درزن ہوا کرتی تھیں۔ امی سے تب ہی ان کی والدہ کی دوستی ہو گئی تھی اور یہ بہن بھائی بے تکلف ہمارے ہاں آتے جاتے تھے۔ پھر قیصر بڑے ہوئے۔ انہوں نے جاب کر لی۔ ان کی والدہ نے سلائی کا کام چھوڑ دیا مگر ابا کی نظر میں یہ لوگ حقیر ہیں اور وہ ان لوگوں میں بیٹی دے کر اپنا سر نہیں جھکانا چاہتے۔"

"واہ نانا میاں آپ اور آپ کے اصول' ویسے خالہ! مجھے لگتا ہے ضد میں' میں بھی نانا پر ہی گیا ہوں۔ دل میں ایک بار جو ٹھان لیا سو ٹھان لیا۔ کیا کہہ کر گئے ہیں قیصر صاحب' آئندہ چکر کب لگائیں گے؟" ان کی پشت پر آ کر کان کے قریب جھک کر وہ رازداری سے پوچھنے لگا۔

سلمیٰ جھینپ گئیں پھر بیلن اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"فوراً" یہاں سے نکل جاؤ ورنہ مار کھاؤ گے۔"

"لگتا ہے ابھی تک آپ نے مجھے اپنی چھوٹی بہن اور سہیلی تسلیم نہیں کیا۔"

"میری چھوٹی بہن نہ ہی بنو' ورنہ ابا میاں تمہیں بھی ساری عمر کنوارہ رکھیں گے۔"

"میں آپ کی طرح بزدل اور کم ہمت نہیں ہوں باجی! ابا میاں نہ مانے تو میں گلی میں سبزی بیچنے والے کے ساتھ بھاگ جاؤں گی۔"

"ماشاء اللہ مجھے بھی آپ سے یہی امید تھی۔" اور دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ پھر اپنی ہنسی روکتے ہوئے فاخر بولا۔ "میں آج بہت خوش ہوں خالہ! ورنہ جب سے یہاں آیا تھا اس گھر کے حالات مجھے مایوس کیے جا رہے تھے مگر آج آپ کو قیصر بھائی کے ساتھ ہنستے مسکراتے دیکھ کر مجھے احساس ہوا۔ ابھی حالات اتنے بھی خراب نہیں ہیں۔ جب آپ لوگوں نے اتنے سالوں میں جذبات پر برف نہیں پڑنے دی تو مجھے بھی مایوسی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔"

☼ ☼ ☼

پھر اس دن کے بعد وہ دونوں واقعی دوست بن گئے۔ سلمیٰ نے وہ تمام خوف' امیدیں' خیالات غرض جو بھی ذہن میں تھا سب اس سے کہہ ڈالا۔ کامران اور زمان کو گلہ تھا کہ وہ اب انہیں کم اور سلمیٰ خالہ کو زیادہ وقت دینے لگا ہے۔

"نادانو! سلمیٰ خالہ ہی مستقبل کی رانی ہیں۔ یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے نانا کو یہ احساس دلانا ہے کہ نانا میاں اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ انہیں راج گدی سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔"

"سلمیٰ خالہ؟ فاخر بھائی! حقیقت تو یہ ہے کہ سلمیٰ خالہ اس گھر کی سب سے بزدل ہستی ہیں۔"

"ارے جاؤ بھی لڑکو! کام کرو اپنا۔ سلمیٰ خالہ اب وہ پہلے والی سلمیٰ خالہ نہیں رہیں جو دن رات آٹا گوندھ کر گول گول روٹیاں بنانے میں ہلکان ہوا کرتی تھیں اب انہیں مجھ جیسا ذہین اور قابل مشیر مل گیا ہے۔"

"جی' صرف چند دن کے لیے۔ آپ چلے جائیں گے یہ پھر پہلے والی خالہ بن جائیں گی' ہے نا سلمیٰ

خالہ ؟" کامران پورے یقین سے کہہ رہا تھا۔

"پتا نہیں تم لوگ یہ کیا بحث لے بیٹھے ہو۔" وہ ان کے درمیان سے اٹھ کر اندر چلی گئیں۔

کاش سلمٰی خالہ کی شادی قیصر بھائی سے ہو سکتی۔ ان کی والدہ کتنی بار مٹھائی کے ساتھ رشتہ لے کر آئی ہیں۔ نانا میاں نے ہربار انکار کر دیا۔"

"اوہ آئی سی۔ اب انکار کی وجہ کچھ کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ فساد کی اصل جڑ بار بار آنے والی مٹھائی ہے۔ نانا میاں مٹھائی کھانے کے شوق میں انکار کیے چلے جا رہے ہیں۔ پیغام بھجوا دو قیصر بھائی کی بھولی والدہ کو کہ اب مٹھائی کے بغیر آئیں۔"

"فاخر بھائی! آپ بھی نا بس نا۔" دونوں ہنسے جا رہے تھے۔

"پہچانتے ہو نا میری عقل کو؟"

"ہم تو پہلے دن آپ کو دیکھتے ہی مان گئے تھے اور یاد آیا فاخر بھائی! آپ کو تو ہماری دوکان کا کرایہ بڑھوانے جانا تھا۔ اس کا کیا بنا؟"

"جائیں گے بچو گھبراتے کیوں ہو۔ بس ذرا مجھے کمک پہنچ جانے دو۔"

"کب تک آ رہے ہیں آپ کے بھائی اور دوست۔"

"بس جلد ہی پہنچنے والے ہیں۔ اس کے بعد سلمٰی خالہ کی شادی اور اس کے بعد مزید کئی اہم کاموں کی جانب توجہ دی جائے گی۔"

"سلمٰی خالہ کی شادی اتنا آسان معاملہ نہیں ہے۔ نانا میاں تو قیصر بھائی کے لیے کسی صورت راضی نہیں ہیں ورنہ آج سے سات برس پہلے ان دونوں کی شادی ہو چکی ہوتی۔"

"سات برس سے قیصر بھائی انتظار میں ہیں۔ واقعی محبت ہو تو ایسی۔ نانا پلیز' اپنی سوچ کو بدلیں ورنہ میں آپ کو نانا کے بجائے کوئی اور نام دینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔" فاخر نے دہائی دی۔

☼ ☼ ☼

طارق اور عدیل کے بڑے بھائی راحیل کے ساتھ عدیل خود بھی چلا آیا تھا۔

"تم دونوں چلے آئے اب آنٹی جھاڑو پوچھا کس سے کروائیں گی؟" وہ بڑی فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔

"ابھی تمہیں سنبھالا وہاں ہے نا۔" دونوں نے تسلی دی پھر عدیل اس کے گلے لگ گیا۔

"بڑا اداس تھا میں۔ دو مرتبہ ہانڈی بھی جلا لی اور بڑی ڈانٹ کھائی صرف تیری وجہ سے۔"

"اچھا اب گلہ کر کے پیار کو بٹہ مت لگاؤ۔ یاد کرو صرف میرے پیسوں پر یعنی میری وجہ سے تم بہت مرتبہ قلفیاں کھوئے ملائی والیاں بھی کھا چکے ہو۔"

"آہو' جیسے تم دنیا میں نہ آتے تو میں قلفیاں کھوئے ملائی والیاں کھانے سے محروم رہ جاتا۔"

کامران اور زمان بڑی دلچسپی سے مسکراتے ہوئے دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔ جبکہ طارق اور راحیل تنبیہی نظروں سے انہیں گھور رہے تھے۔

"امی کدھر ہیں ان سے تو مل لیں۔" طارق نے فاخر کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"صرف امی ہی نہیں یہاں سب اپنے ہیں۔ آیئے اندر جانے والے راستے کی جانب قدم بڑھایئے۔"

"آج کل نانا میاں کے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ اس لیے یہ راستہ بڑا محفوظ ہے۔"

"کیا مطلب؟" طارق نے پوچھا۔

"مطلب یہ کوئی اسلحہ بردار چوکیدار یہاں دور دور تک دکھائی نہیں دیتا ورنہ ہم تو سب سے ناپسندیدہ ہستیاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"پیسہ نہ ہونے کے کس قدر فوائد ہیں۔" عدیل نے کچھ جھوم کر کہا۔

"کیوں تم نے دنیا میں رہ کر کون سا تیر مار لینا ہے مر بھی جاتے تو کیا ہوتا۔" فاخر نے سنجیدگی سے کہا کامران اور زمان کے ہنسنے پر عدیل منہ بنا کر رہ گیا۔

لڑکے اندر جا کر سب سے ملے۔ صائمہ اور عامرہ تو عدیل اور راحیل کی وجہ سے دوسرے کمرے میں چلی گئیں' نانا کے سوا باقی سب موجود تھے۔ اور لڑکوں کی باتوں نے ماحول کو بے حد خوش گوار بنا دیا تھا۔

سلمیٰ شربت بنا کر لائیں تو فاخر کہنے لگا۔
"خالہ! اب کچھ دن کے لیے آپ ریسٹ کریں۔ کچن میرے یہ دوست سنبھالیں گے اور ایسا اچھا سنبھالیں گے کہ اس گھر کی نسلیں یاد کریں گی۔" سلمیٰ مسکرا دیں مگر سمجھیں کچھ نہیں۔ تب اس نے سب کو بتایا۔
"بہن اللہ نے دی نہیں' ان کی امی نے انہیں ہی بیٹیاں بنا لیا ہے۔"
"یار! ہر جگہ ڈھنڈورا پیٹنا ضروری ہے۔" دونوں نے احتجاج کیا۔
"کیا ہے اگر ذرا یہاں بھی کچن دیکھ لو گے' گھس نہیں جاؤ گے۔"
"ایسا دوست اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ سلمیٰ خالہ! ذرا ایک گلاس مزید پلیز' شربت بہت اچھا ہے۔ جی چاہتا ہے۔ فاخر کا گلاس بھی اٹھا کر پی جاؤں تاکہ اس کی باتوں نے دل میں جو آگ لگائی ہے وہ کچھ تو ٹھنڈی ہو سکے۔"
"چولہے کے قریب رہ رہ کر اس کا دل اب آگ بڑی جلدی پکڑنے لگا ہے۔" فاخر نے اور مزہ لیا۔
"چپ کرو۔ ایک تو دونوں بچے صرف ہماری ہمدردی میں سو کام چھوڑ کر آئے ہیں اور تم ہو کہ مذاق اڑائے جا رہے ہو۔" امی نے فاخر کو ڈانٹا۔
"ارے نہیں آنٹی! ہم تو بچپن سے ایسی ہی باتیں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اتنے دن ملے نہیں' گفتگو نہیں ہوئی تو زندگی پھیکے شلجم کی طرح لگنے لگی تھی۔"
"میرا بھی کچھ ایسا ہی حال رہا ہے' دوستو! ایک دو مرتبہ تو تانا سے بھی گفتگو کرتے ہوئے زبان پھسلنے لگی تھی۔ بڑی مشکل سے خود کو قابو میں رکھا ہے اتنے دن۔"
"اچھا۔ باتیں بہت ہو گئیں۔ اب اس کام کی بھی بات کر لی جائے' جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔" طارق نے توجہ دلائی تو راحیل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بتایا۔
"آدھا کام تو ہو چکا ہے۔ باقی آدھا ہی باقی ہے۔"
"کیا؟ وہاں اتنی دور بیٹھے کمال کے لوگ ہیں' آپ تو۔" کامران بڑا متاثر ہوا۔
"جی ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے حد صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اور یہ کام جو میں نے لاہور میں بیٹھے بیٹھے کر لیا ہے تو اس طرح کہ ایک بار ایک پولیس والے کی اماں کو خون دیا تھا۔ بڑی متاثر ہوئیں کہنے لگیں۔ بیٹا جب بھی کوئی کام ہو' چلے آنا۔ میرا بیٹا ڈی ایس پی ہے جو بھی ہم سے ہو سکا۔ تمہارے لیے کریں گے۔ میں نے بھی ان کا کہا یاد رکھا۔ اب موقع آیا تو میں نے پہلے انہیں فون کیا انہوں نے جھٹ گھر آنے کی دعوت دے دی۔ گھر گیا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بولیں تمہاری قسمت اچھی ہے بیٹا! کہ آج کل میرا بیٹا ملتان ہی میں جاب کر رہا ہے۔ اسی وقت بیٹے کا نمبر ملایا اور پُر زور تاکید کی کہ میرا کام اسے ہر صورت کرنا ہے۔ بیٹے نے پکا وعدہ کر رکھا ہے اور میرا خیال ہے۔ ہمیں ایک پولیس آفیسر کا ساتھ مل جانے کے بعد زیادہ مشکل پیش نہیں آئے گی۔ وہ بھی اس صورت میں جبکہ ہم حق پر بھی ہیں۔"
"راحیل بھائی کی ذہانت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ واقعی کسی کے کام آنے سے پہلے یہ پوچھ لینا چاہیے کہ اس کے آگے پیچھے کے لوگ کیا کیا کام کرتے ہیں اور ہمارے لیے کس قدر فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔" عدیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو قریب بیٹھے راحیل نے ایک ہاتھ اس کے سر پر جڑتے ہوئے بولا۔
"میں نے پہلے پتا نہیں کروایا تھا۔ پتا نہیں تمہیں میری نیت پر شک کرنے کی عادت کیوں پڑ گئی ہے۔"
"بچو! تم میرے ابا میاں کے سامنے زیادہ باتیں نہ کرنا خاموش اور مودب رہنا۔"
"اف آنٹی! اس پورے پروجیکٹ میں ایک یہی بات تو مشکل اور پریشان کن ہے۔" عدیل نے نزہت کی بات سن کر مصنوعی فکرمندی سے کہا تھا۔

☼ ☼ ☼

مسئلہ اتنا بڑا نہیں تھا جتنا ان کا خیال تھا' کرائے دار اگر کرایہ بڑھانے سے اب تک انکار کرتے آئے تھے تو صرف اس لیے کہ وہ نانا کی کمزوری سے واقف تھے۔ انہیں پتا تھا کہ یہ بوڑھا بیمار اور تنہا ہے۔ بیٹے نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس کے پاس جائیداد کے نام پر یہی چند دوکانیں ہیں وہ اتنا پیسہ نہیں رکھتا کہ طاقت خرید کر ان سے اپنی مرضی منوا سکے۔ مگر اب جب یہ چار جوان لڑکے جن کی تیوری پر بل لہجے میں رعونت تھی اور جن کے ساتھ علاقے کا پولیس آفیسر خود چل کر آیا تھا۔ وہ کس طرح انکار کر سکتے تھے۔

"آپ کیا اب آتے جاتے رہیں گے؟" ایک کرائے دار ذرا زیادہ ہی سیانا تھا اور معاملے کی گہرائی میں پہنچنے کا متمنی بھی۔

"اگر آپ نے زحمت دی تو آنا جانا ہی پڑے گا ویسے کوشش کیجئے کہ ہمیں دوبارہ زحمت نہ ہو۔ کرایہ نانا کو ہی مل جایا کرے۔"

"اچھا تو میاں صلاح الدین آپ کے نانا ہیں۔"

"جی ہاں' بالکل سگے والے نانا۔" طارق ہی اس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔

"مگر میں نے تو سنا ہے۔ صلاح الدین صاحب بیٹیوں کو جائیداد میں حصہ نہیں دیتے۔" پرانا کرائے دار تھا بہت کچھ جانتا تھا۔

"یہ ہمارا ذاتی مسئلہ ہے۔ آپ فی الحال اس پر دماغ نہ کھپائیں۔"

گھر آکر جہاں نانا کو کرایہ بڑھ جانے کی نوید دی' وہاں یہ بات بھی فاخر نے بتائی مگر انہوں نے سن کر کوئی نوٹس ہی نہیں لیا۔

اگلے روز ان سب کی واپسی تھی سوائے نانا کے سب ہی نے رکنے پر اصرار کیا مگر اب جانا تو تھا ہی' ہاں نزہت اور فاخر نے جلد آنے کا وعدہ ضرور کیا تھا۔

"آپ سب بھی آئیے گا بھائی! سچ آپ سب ہمیں بہت اچھے لگے ہیں۔" بچے راحیل' طارق اور عدیل سے کہہ رہے تھے۔

"ضرور' ہمیں بھی آپ اچھے لگے ہیں۔"

"اچھا خالہ! دعاؤں میں آپ مجھے یاد رکھیے گا۔ میں بھی آپ کے روشن مستقبل کی دعا کروں گا' ارے آپ رو رہی ہیں۔"

"ہاں فاخر! تم میں دوست بھی دیکھا اور چھوٹے بھائی کی جھلک بھی دکھائی دی' تمہارے وجود نے مجھے تحفظ کا وہ احساس دیا جس کے لیے میں ہمیشہ ترستی رہی ہوں' اب جا رہے ہو تو بہت یاد آؤ گے۔" سلمیٰ بے قراری سے رونے لگیں۔

"ارے ارے خالہ! پیاری خالہ! ہم کوئی راہ میں ملنے والے مسافر تو نہیں ہیں کہ بس گھڑی بھر کا ساتھ تھا۔ اپنی اپنی منزل پر اتر گئے اور دنیا کی بھیڑ میں ہمیشہ کے لیے گم ہو گئے۔ میں بھانجا ہوں آپ کا اور یہ بڑا خوبصورت رشتہ ہوا کرتا ہے' جب میری ضرورت پڑے مجھے یاد کر لیجئے گا میں دوڑا چلا آؤں گا۔"

"فاخر! ہم تو حالات کے ستائے بہت تھکے ماندے بے چارے سے لوگ ہیں کہیں ایسا نہ ہو اپنی دنیا میں جا کر تم ہمیں بھول ہی جاؤ۔ یقین کرو۔ اس گھر کا بچہ بچہ تم سے محبت کرنے لگا ہے۔ میں' تمہاری رفعت خالہ' ثروت خالہ اور تمہاری نانی ہم سب تمہارے جانے سے بے حد اداس ہیں۔"

"میں بھی آپ سب کو بہت مس کروں گا اور یہ تھکے ماندے لوگ ایک دم فریش زندگی سے بھرپور دکھائی دینے لگیں یہ میری دلی تمنا ہے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے میں بھرپور کوشش بھی کروں گا۔"

☼ ☼ ☼

وہ چلا آیا مگر بہت دنوں تک ان سب کے اداس چہرے اسے یاد آتے رہے' نیلوفر کے ساتھ اس نے ان سب کی بہت سی باتیں کیں اور سلمیٰ خالہ کے بارے میں بتایا۔

"ان کی صورت تم سے بہت ملتی ہے لیکن وہ تم سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔"

"بھائی اب کب جاؤ گے۔ مجھے بھی ساتھ لے

چلانا۔" نیلوفر بڑے شوق سے ان سب کی باتیں سنا کرتی تھی۔

نانا نے گھر میں فون تو لگوا رکھا تھا مگر سیٹ صرف ایک تھا جو ان کے کمرے میں رکھا تھا اور اس پر وہ صرف خود ہی بات کیا اور سنا کرتے تھے۔

یہاں آکر چاہنے کے باوجود وہ کسی سے بھی بات نہیں کر سکا۔

ان ہی دنوں راحیل کی شادی کا ہنگامہ بہت اچانک ہی جاگ اٹھا' یہاں تک کہ بیٹھے بیٹھے اکثر راحیل بھی یہ بات کہہ دیتا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ میری ہی شادی ہو رہی ہے' ایک تو ہماری امی ہر کام رازداری سے کرنے کی ضرورت سے کہیں زیادہ عادی ہیں۔ اب اگر خاندان میں برسوں پہلے ہی میری بات پکی کر دی گئی تھی تو اس میں چھپانے والی آخر کون سی بات تھی۔"

"شکر کریں اب بھی بتا دیا ہے ورنہ یہ بھی تو ہو سکتا تھا سوتے میں آپ کا انگوٹھا نکاح نامے پر ثبت کروا لیا جاتا اور صبح آنکھ کھلنے پر کمرے میں ایک پرائی دوشیزہ کو دیکھ کر' آپ مارے شرم کے پہلے پانی پانی ہوتے پھر قالین میں جذب ہو کر ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے جاتے۔"

"منحوسو! تم سے تو کوئی بات کرنا ہی فضول ہے بھئی' اگر قسمت سے شادی ہو ہی رہی ہے تو اچھی اچھی باتیں کرو۔ کوئی شادی بیاہ کے گیت گاؤ۔"

"شادی بیاہ کے گیت ہمیں نہیں آتے۔" فاخر نے راحیل سے چھوٹے نبیل کی جیب سے رومال نکالا اور اپنے جوتے صاف کرنے لگا۔

"اوئے کمبخت! ہفتے سے میلا رومال لیے گھوم رہا تھا آج ہی دھویا تھا تو اب تو نے ناقابل استعمال کر دیا۔"

"اچھا دفع کرو رومال کو' نیا لے آنا۔ کوئی گیت گاؤ بلکہ عدیل! تم آج شام کو کرائے پر ڈھولک بھی لے آنا اور بازار میں شادی بیاہ کے گیتوں کی کتابیں ملتی ہیں' دو چار وہ بھی خرید لینا۔"

"ٹھیک ہے مگر ڈھولک کی تھاپ کے ساتھ ساتھ مدھر آواز کا جادو بھی خود ہی جگانا۔ ہمیں اس سلسلے میں معاف ہی رکھنا۔"

"بالکل ٹھیک' ویسے بھی یہ موقعہ دولہا دلہن کے لیے ہی اہم ہوتا ہے باقی سب تو ایویں خوا مخواہ پاگل بنے ہوتے ہیں۔" فاخر کی بات سے سب ہی نے اتفاق کیا' راحیل نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر ان کے شور میں اس کی آواز دب گئی۔

"وے کمبختو! جہاں اکٹھے ہوتے ہو پاگل خانہ کھل جاتا ہے۔ شام کو تمہارے ددھیال والے پہنچ رہے ہیں۔ خاطر خدمت میں ذرا بھی کوئی کمی رہ گئی۔ گھر سر پر اٹھا لیں گے اور میرے اگلے پچھلوں کو ایک کروس گے۔ اٹھ جاؤ' کچھ خیال کرو میرا اور میرے ساتھ مل کر کچن بھی دیکھ لو۔"

"آنٹی! آپ نے خوا مخواہ سسرال والوں کو ہوا بنا رکھا ہے۔ آپ کو اللہ نے ماشاء اللہ تین کڑیل جوان بیٹوں سے نوازا ہے۔ مت پروا کریں سسرال کی۔"

"ارے فاخر بیٹا! کیا بتاؤں تمہیں۔ عورتیں تو ایک بیٹا پیدا کر کے ہی تخت پر چڑھ جاتی ہیں۔ مگر یہ ایسے خبیث لوگ ہیں۔ ان کے ابا کے ہمیشہ کان بھرتے رہے ہیں اور انہوں نے مجھے ہمیشہ ان کی خدمت کے لیے وقف کرنے میں دیر نہیں لگائی۔"

"بس آنٹی! بس' آپ نے اتنی سی بات کہہ کر ہی میرے جوان خون میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ آپ مزید کچھ نہ کہیں ورنہ میں ان ظالم سسرال والوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اور آپ تینوں کیسے بیٹے ہیں۔ ماں مصائب کی چکی میں پس رہی ہے اور ادھر احساس نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ میں کہے دیتا ہوں۔ اب اس اہم موقع پر سسرال والوں کو آنٹی کی اہمیت کا اندازہ ہو جانا چاہیے' انہیں پتا چل جانا چاہیے اب وقت بدل گیا ہے اور آنٹی اب پہلے جیسی مظلوم' بے زبان بہو اور بھابی نہیں رہیں۔"

"ہاں وہ سب تو ٹھیک ہے مگر ابا سے ڈر لگتا ہے وہ سب کے سامنے بے عزت کر دیتے ہیں۔" نبیل نے اتفاق کرنے کے باوجود ہچکچاتے ہوئے کہا تھا۔

"اور جو تمہاری ماں کی اتنے سالوں سے بے عزتی ہو رہی ہے۔" فاخر نے چمک کر کہا۔ راحیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو فاخر! اب ہمیں ان سب کو بتا دینا چاہیے کہ ہماری ماں حالات کی ستائی ہوئی عورت نہیں ہے۔ ہم اس کے ساتھ ہیں اور اگر ابا نے بھی اس معاملے میں کچھ بولنے کی کوشش کی تو انہیں بھی بتا دیں گے کہ ماں ہمارے لیے کتنی محترم ہے۔"

"شاباش!" فاخر نے داد دی پھر آنٹی سے بولا۔

"جائیے جا کر آرام کیجئے۔ کچن آپ کے سگھڑ بیٹے سنبھال لیں گے۔"

"اچھا مگر خیال سے کافی کچھ بنانا ہے اور وہ بھی نائم پر۔ چھ بجے یہ لوگ بھاولپور سے پہنچ جائیں گے اور آتے ہی فرمائشیں شروع۔"

"بس میں نے کہا نا آپ کو اب ان کی فکروں میں دبلے نہیں ہونا چاہیے۔ آرام کیجئے۔"

آنٹی کو مطمئن کر کے بھیجنے کے بعد وہ دو گھنٹے یہیں بیٹھے گپیں ہانکتے رہے' پھر کچن میں اکٹھے ہو گئے۔

"کیا پکائیں؟" نبیل کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"چاول ابال لو۔ ساتھ میں آلو گوشت کا شوربہ بنا لو۔ دہی اور سلاد۔" فاخر نے مشورہ دیا۔

"سلاد کو گولی مارو' اتنے نمبر کے لیے کاٹتے کاٹتے ہاتھ تھک جائیں گے۔" عدیل نے انگڑائی لی۔

"میری تو شادی ہے' میں کچھ نہیں پکاؤں گا۔" راحیل نے اعلان کیا۔

"کیوں نہیں پکائیں گے آپ۔ ساری مصیبت آپ کی وجہ سے ہی تو آ رہی ہے چاول آپ ابالیں گے۔"

"آلو گوشت عدیل بنائے گا اور شوربہ بنانے کے لیے پانی کا بے دریغ استعمال میں کروں گا۔ سلاد بھی میں کاٹوں گا کہ اور ایسی کاٹوں گا کھانے والے مدتوں یاد کریں گے۔"

"یار! وہ ابا جی برا مانیں گے۔" نبیل ڈر رہا تھا۔

"انکل کے لیے بھونتے ہوئے سالن الگ کر دینا۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے ویسے بھی ابا جی کھانا الگ تھلگ سکون سے کھانے کے عادی ہیں۔ وہ یہی سمجھیں گے سارے مہمان ایسا ہی سوندھی سوندھی خوشبو والا بھنا ہوا گوشت کھا رہے ہیں۔"

"مگر یہ دو ھیال والے چپ کہاں بیٹھیں گے فوراً" ابا سے شکایت لگائیں گے۔" راحیل کے کہنے پر فاخر نے مکا میز پر مارا۔

"میں ابھی مرا نہیں ہوں زندہ ہوں خبردار! جو اب کسی نے بزدلی کی بات کی' غضب خدا کا کچن میں گھس گھس کر دل بھی عورتوں کی طرح نازک ہو گئے ہیں۔"

"بکو مت' ہمیں لڑکیوں سے ملا کر ہماری غیرت کو مت للکارو' ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔"

"کیا تم لوگ ان ہی چاقو چھریوں سے خودکشی کرلو گے۔"

"نہیں تمہیں جہنم واصل کریں گے۔"

"جی اور خود ساری عمر دو ھیال والوں کی جوتیاں سیدھی کریں گے۔" اس نے تیزی سے جملہ مکمل کیا۔

"چلو بحث سمیٹو اور مزیدار کھانا بنانے کی تیاری کرو۔" عدیل فریج کی جانب لپکا۔

ساڑھے چھ بجے کے قریب دو ھیال والے غول در غول اترنے لگے۔

"ارے اتنی لڑکیاں ہیں تمہارے خاندان میں پھر بھی تم لوگوں کی ویلیو نہیں ہے؟" چاروں کچن کی جالی دار کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہے تھے۔

"ویلیو کیوں نہیں ہے چھ اور دو عدد پھپھیاں' راحیل پر اپنا پہلا حق سمجھتی تھیں تب امی نے ابا سے کہا اگر ان میں سے کسی ایک کی بیٹی لی تو باقی دو ناراض ہو جائیں گی اور آپ کا خاندان جو آپس میں مثالی محبت رکھتا ہے' راحیل کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔ بہتر ہے بچے کا رشتہ فیملی سے باہر کر کے سب کو یکجا رکھا جائے۔ ابا نے پہلی بار امی کی بات مان

لی اور راحیل بال بال بچ گیا۔"

"شکر کرو۔ تمہارے ابا کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ امیدوار تین ہیں اور میرے حسین و جمیل بیٹے بھی تین ہیں ایک ایک تینوں کی جھولی میں ڈال دیتا ہوں۔"

"آ۔ہاں۔۔۔ واقعی بھئی 'اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ابا کا دماغ فاخر کی طرح زرخیز نہیں ہے۔" تینوں نے اسی وقت کلمہ شکر ادا کیا۔

"اف 'تمہاری چچیاں' پھپھیاں کتنی صحت مند ہیں۔"

"ہاں یہ ہمارے ددھیال کا خاندانی نشان ہے۔ خواتین صحت مندی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ہماری امی تو ان میں خاصی مس فٹ محسوس ہوتی آئی ہیں۔"

"فاخر! تم نے لڑکیوں پر غور نہیں کیا' ان میں سے اکثریت ماؤں کے نقش قدم پر چلنے کو تیار دکھائی دیتی ہے۔" عدیل نے توجہ دلائی۔

"اچھی بیٹیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔"

"رضیہ بیگم! لڑکے کہاں ہیں؟" ابا کی آواز اتنی بلند تھی کہ کچن میں بخوبی سنی جا سکتی تھی۔ چاروں جھٹ باہر آ گئے۔

"یہ چوتھا کون ہے؟" یہ سوال اتنی زبانوں نے بیک وقت کیا کہ گونج بن گیا۔

"دوست ہے ان کا۔" ابا نے سب کو مشترکہ جواب سے نواز کر تشفی کرائی۔

"ہاں میں بھی کہوں بھابھی رقیہ کے خاندان کے لڑکے تو ہمارے لڑکوں کے سامنے کچھ بھی نہیں لگتے۔ یہ ادھر کا نہیں ہو سکتا۔"

پھوپھی باصرہ نے آتے ہی مورچہ سنبھال لیا تھا۔ "اب شادی والا گھر لگ رہا ہے۔" فاخر نے خوش ہو کر کہا۔

"تمہارا کیا حال ہے نبیل! کبھی پھوپھی یاد نہیں آتی؟ اتنا نہیں ہوتا تم سے کہ فون پر ہی دو باتیں کر لو' پوچھ لو صبو سے میں تمہیں کتنا یاد کرتی ہوں۔"

خواتین کے جھمگھٹے سے ایک خاتون بڑی بے تابی سے نبیل کی جانب بڑھیں۔

"پہلے یہی محبتیں راحیل بھائی پر نچھاور ہوا کرتی تھیں۔" عدیل نے فاخر کے کان میں سرگوشی کی۔

"سبحان اللہ 'ماشاءاللہ 'بھتیجوں سے اس قدر محبت' میں نے آج تک کسی پھوپھی کو اتنا بے تاب نہیں دیکھا۔" وہ سخت متاثر دکھائی دے رہا تھا۔ پھوپھی نے بغور اسے دیکھا اور مسکرا کر بولیں۔

"تمہارا دوست تو بڑا اچھا ہے اور کسی پڑھی لکھی فیملی سے لگتا ہے 'کیا نام ہے بیٹے تمہارا؟"

"خادم کو فاخر کہتے ہیں۔ یہ نام مجھے میری پیدائش پر امی جان نے دیا تھا تب بھی والد محترم کو اختلاف تھا اور اب تو یہ اختلاف شدید تر ہو گیا ہے۔"

"کیوں بھلا ایسی کیا بات ہے؟" محبت جو آنکھوں میں اس کے لیے بھی ٹھاٹھیں مارنے لگی تھی' اس کی لہریں کچھ مدھم سی پڑ گئیں۔

"یہ بڑی طویل عبرت ناک اور حسرت ناک داستان ہے۔ کبھی آپ فارغ ہوں گی' پھر مل بیٹھیں گے اور میں کہوں گا' آپ سنیں گی۔"

"آپ کو دیکھ کر تو نہیں لگتا کسی حادثے کا شکار ہو چکے ہیں' اب کیا کہوں جی بڑے ہی فریش اور جولی دکھائی دے رہے ہیں۔" لڑکی کی شکل بتا رہی تھی وہ ان ہی پھوپھی کی صاحبزادی ہے۔

"آپ میرے چہرے پر نہ جائیں' دل میں جھانکیں۔"

"کیوں مرنے کا شوق ہوا ہے احمق؟" پیچھے سے راحیل نے دھکا دیا اور وہ ان ہی محترمہ پر گرتے گرتے بچا۔

"ہائے اللہ!" وہ مصنوعی ڈر سے سمٹ گئی۔ پھوپھی مسکرائیں اور آگے بڑھ گئیں۔

"مجھے لگتا ہے۔ تم ہمیں جوتے پڑواؤ گے۔ الٹے سیدھے منصوبوں کی وجہ سے۔" عدیل نے اس کی کمر پر دھموکا رسید کیا۔

"تو اور کیا' کیوں ان دونوں سے فری ہو کر مصیبتوں کے در کھولتے ہو۔ ادھر یار رات جانے کو تیار ہو گی۔

ادھر تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے ہم دھن دھنا دھن ابا سے جوتے کھا رہے ہوں گے۔"

"کمال ہے ایسا کیا کر دیا ہے میں نے؟" زچ ہو کر سوال کیا۔

"الو کی دم' اگر پھوپھی کو تو پسند آ گیا تو تیرا رشتہ بیٹی سے کرنے کی خاطر زمین آسمان ایک کر دیں گی۔"

"میں پسند کو ناپسندیدگی میں تبدیل کرنے کے گر بھی جانتا ہوں۔ فکر نہ کرو۔"

"تا یہ تو بتا اس ڈرامے کی ضرورت کیا ہے؟"

"میں بلا ضرورت بھی بہت کچھ کر جاتا ہوں' پھر یہ مت بھولو میری عمر کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ حسینوں کا جھرمٹ ہو اور میں اداس بلبل بنا بیٹھا رہوں' نہیں نہیں' یہ تصور ہی میرے لیے بڑا دردناک ہے۔"

"کاش تو ہمارا جگری دوست نہ ہوتا پھر ہم تجھے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیتے اور ہمیشہ کے لیے اس گھر کے دروازے تجھ پر بند کر دیتے۔"

"کیا یہ حسینہ تم سب کی پسند ہے' جو اسے مجھ پر لٹو ہوتا دیکھ کر تڑپ تڑپ جاتے ہو۔"

"لاحول ولا۔ ہماری پسند ایسی بھی گئی گزری نہیں ہے۔ ہم تو اس وقت سے خوفزدہ ہیں جب پھوپھی تمہارے اس ڈرامے پر ہنگامہ کھڑا کر دیں گی۔"

"تم دیکھنا میرے عزیز ہم وطنو! یہ لڑکی اب کس نفاست سے کچن سنبھالے گی میں تو کہتا ہوں۔ تم بھی یہی طریقہ اپنا لو تاکہ دو چار مل کر کچن سنبھال لیں۔ اکیلی تو یہ کام کر کر کے مر جائے گی۔"

"اف شیطان کے چیلے! تیرا ذہن کس تیزی سے چال چلتا ہے مگر میں پھر کہتا ہوں پھوپھی کی بیٹی کی جگہ مرکزی کردار کسی اور کو بنا لے۔"

"تمہاری اس ڈاکو حسینہ کو میں نے نہیں بلایا۔ وہ اس کی اماں پتی ڈور سے بندھی خود ہی چلی آئی ہیں اگر کوئی اور بھی آئی پھر غور کیا جا سکتا ہے۔"

"نالائقو! مفت خورو! بے حیاؤ! منہ اٹھائے کھڑے ہو۔ مہمانوں کو چائے شربت ہمسائے آ کر پوچھیں گے۔" عدیل کے ابا دوبارہ جلوہ افروز ہوئے اور بہنوں بھائیوں' بھابیوں' بہنوئیوں کے جھرمٹ میں کھڑے ہو کر لڑکوں کی عزت افزائی فرمائی۔

"بھائی ابھی تک دکھائی نہیں دیں۔ کیا اب ہم سے ملنا بھی گوارا نہیں ہے۔" پھوپی پھوپھی نے رقت آمیز لہجے میں بھائی کے سامنے بھابی کے خراب رویے کی شکایت کی تھی۔

"بازار گئی ہے وہ' دوپٹے رنگنے کو دیے تھے کہہ رہی تھی آج ہی لانے ضروری ہیں۔"

ابا نے شرمندگی کے احساس سے دوچار ہو کر بیوی کے حق میں بات کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں' ہاں کیوں نہیں۔ آج نہ جاتیں تو دو کاندار دوپٹے لے کر بھاگ جاتا۔ اے بھیا! تم ہمیشہ کے بھولے اور بھولے ہی رہو گے' اپنی بیوی کی سیاستوں کو سمجھنا تمہارے بس کا کام نہیں ہے۔"

"آیئے چل کر چائے شربت بناتے ہیں۔"

پھوپھی کی صاحبزادی صبو نے سب سے نظر بچا کر فاخر کی جانب دیکھا تو اس نے آفر کر دی۔ وہ تو کھل اٹھی۔ لڑکیوں نے ادھر دیکھا تب مسکرا کر بولا۔

"آپ بھی آیئے نا۔" ایک دوسرے کو کہنیاں مارتی دو چار مزید کچن تک آ گئیں جہاں عدیل اور جمیل چائے اور شربت کی تیاریوں میں بری طرح مصروف تھے۔

"ارے آپ کیوں چلی آئیں' چل کر بیٹھیے۔ ہم چائے لاتے ہیں۔"

"ایسے ہی خوامخواہ اتنی حسین لڑکیوں کے ہوتے ہم تمہارے بھدے ہاتھوں کی چائے کیوں پئیں۔ دیکھنا یہ لڑکیاں کس نفاست سے کام سمیٹیں گی۔"

فاخر دروازے سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ عدیل نے دانت کچکچائے اور ہٹ کر کرسی پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔

لڑکیوں نے چائے بنائی مہمانوں کو پیش کی۔ اس کے بعد برتن دھو کر رکھے اور فاخر نے با آواز بلند انہیں ڈھیروں دعاؤں سے نوازنے کے بعد کہا۔

"رات کھانے سے فارغ ہو کر ہم آئس کریم

کھانے چلیں گے۔ اسی بہانے آپ ہمارا شہر بھی دیکھ لیں گی۔"

"ہائے' سچ کتنا مزہ آئے گا۔ آپ کے پاس گاڑی ہے نا؟"

"گاڑی ہوتی بھی تو اتنی لڑکیاں زندہ سلامت تو پوری نہیں آسکتی تھیں۔ بے جان چیزوں کا تو بنڈل بنا کر ٹھونسا جا سکتا ہے اوہ سوری' یہ نبیل پتا نہیں کیوں گھور رہا ہے' یار میں نے آئس کریم تمہارے پلے سے تھوڑی کھلانا ہے۔"

"تم آئس کریم کھلاؤ یا خالی آئس مجھے کیا۔"

نبیل نے شانے اچکا کر منہ پھیر لیا۔ لڑکیوں نے ہونٹ سکیڑ کر ناراضی سے نبیل کو دیکھا' اور سر جھٹک کر مزید بے زاری کا مظاہرہ بھی کر دیا۔ پھر فاخر کے قریب ہو کر کھڑی ہو گئیں۔

"آپ لوگ بور ہو رہی ہوں گی۔ ہال میں ڈھولک رکھی ہے۔ جائیے جا کر شوق فرمائیے۔"

"آپ بھی آؤ نا فاخر! مزا آئے گا۔" وہ اصرار کرنے لگیں۔

"مجھے ابھی تھوڑا کام ہے آپ بسم اللہ کیجئے۔"

"ہائے آئیں نا۔ میں جادو گرنیاں چھوڑو میری بیاں" پر بڑا اچھا ڈانس کرتی ہوں۔"

صبو نے فخر سے بتایا تو سب جل گئیں اور بتانے لگیں کہ ڈانس کوئی مشکل کام نہیں' انہیں بھی اس پر عبور حاصل ہے۔

"ہائے کیا تربیت کی ہے آپ کی والداؤں نے۔ کس قدر زندہ دل ہیں آپ' جس گھر جائیں گی رونق میلہ لگ جائے گا۔ آج کل کے لڑکے ایسی ہی لڑکیوں سے شادی کرنا پسند کرتے ہیں۔ خاص کر ہمارے شہر میں تو دیوانگی کی حد تک چاہا جاتا ہے ایسی لڑکیوں کو۔"

"سارے نہیں صرف وہی دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہیں' جو پہلے سے دیوانے ہوتے ہیں۔" نبیل نے بتایا جبکہ عدیل بڑے مزے سے فاخر کی خرافات سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"میرے خیال میں لڑکیوں کو زمانے کے ساتھ چلنا چاہیے۔" کسی دانشور حسینہ نے خیالات کا اظہار کیا۔

"بالکل درست کہا آپ نے اور زمانہ کدھر جا رہا ہے' اس کا اندازہ کیبل دیکھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ بھلا لڑکوں کو لفٹ نہ کروانے والیاں عمر عزیز کے بیس بائیس سال کتابوں میں سر کھپانے اور کچن میں کھانے پکانے کی ٹریننگ لینے والی بھی کوئی لڑکیاں ہیں' بوڑھی روحیں' صبح سویرے ہی اٹھ بیٹھنے والیاں کچن میں جا کر آٹا گوندھنے' آملیٹ کے لیے پیاز کاٹنے والی ہر برائے لڑکے سے بچ کر چلنے والیاں۔ اب تو لڑکوں کو زہر لگتی ہیں۔"

"سب کو نہیں صرف سر پھروں کو۔" نبیل نے پھر وضاحت کی اور ان سب لڑکیوں کو بدمزہ کیا۔

☼ ☼ ☼

"میاں صاحب کہہ رہے ہیں۔ ان کے کمرے میں چائے بھجوا دیں اور خالی چائے نہ ہو' ساتھ میں انڈوں کا حلوہ بنا لیں اور بازار سے سموسے لانے کے لیے مجھے کہا ہے۔"

ملازم لڑکا جو صرف شام کے اوقات میں آتا تھا اور نانا اس سے اپنے کچھ کام کروایا کرتے تھے' کمرے میں موجود خواتین میں سے کسی ایک کو مخاطب کیے بغیر پیغام دے رہا تھا۔

"یہ کون آگیا ہے آج ابا سے ملنے؟" سب سے پہلے رفعت نے ایسے اہتمام کا سن کر' کچھ حیرت اور تجسس کے ساتھ پوچھا۔

"ہو گا کوئی پرانا ملنے والا۔" نانی اب کسی بات پر چونکتی نہیں تھیں۔

"نہیں امیر آدمی ہیں جی۔ لمبی گاڑی میں آئے ہیں۔ میاں صاحب ان کی آمد سے پہلے ہی مجھ سے گیٹ کھلوا چکے تھے اور خود ان کے انتظار میں ادھر ہی گیٹ کے آس پاس ٹہل رہے تھے۔"

"اور ہاں اماں بیگم! تو یہ ایک تو میرا دماغ پتا نہیں کیوں پھرا رہتا ہے۔ بتانا یاد نہیں رہا میاں صاحب نے آپ کو بھی اپنے کمرے میں بلوایا ہے۔"

"مجھے تو ابھی مغرب کی نماز ادا کرنا تھی' اچھا چلو پہلے ان کے کمرے تک ہو آتی ہوں۔" خود کلامی کرتی دوپٹہ سر پر جماتی وہ سست قدموں کے ساتھ چل دیں۔

ثروت چائے اور انڈوں کا حلوہ بنانے کچن میں چلی گئیں۔ تب کب سے خاموش بیٹھی سلمیٰ بولیں۔

"رفعت آپا! آج کا دن کتنا لمبا اور اکتا دینے والا ہے۔"

"روزانہ ایسے ہی دن اور ایسی ہی راتیں ہوتی ہیں آج کے دن تمہیں یہ سب زیادہ کیوں لگ رہا ہے۔"

"پتا نہیں کیوں آپا! میرا دل گھبرا رہا ہے میں آج بہت اداس ہوں اور آپ ذرا اس فاخر کی بے وفائی تو دیکھیں جب سے گیا ہے۔ پلٹ کر خبر ہی نہ لی' حالانکہ نزہت آپا کا ایک بار فون اور دو مرتبہ خط بھی آچکا ہے۔"

"فاخر نوجوان ہے۔ اس کی زندگی میں بہت گہما گہمی ہے کہاں وہ ہم سب کو یاد رکھ پایا ہوگا۔ اپنی خوبصورت دنیا میں جاکر مگن ہوگا۔"

رفعت کے ہونٹوں پر اداس سی مسکراہٹ آٹھہری تھی۔

"بہت وعدے کرکے گیا تھا وہ آپا!" سلمیٰ آج واقعی بہت تنہائی محسوس کررہی تھیں۔

"اچھا اب کے نزہت کا فون آیا تو کہوں گی۔ فاخر سے کہیے وہ بھی ہمیں فون کرلے۔"

"آپا! میرا دل کرتا ہے میں خود ہی اسے فون کروں مگر کیسے؟! ابا میاں تو سیٹ کو لاک کرکے رکھتے ہیں۔ پتا نہیں وہ ہماری طرف سے کیسے کیسے وہموں کا شکار ہیں۔"

"چھوڑو سلمیٰ! کوئی اور بات کرو۔"

"آپا! جب نزہت آپا اور فاخر یہاں آئے تھے کتنی رونق ہوگئی تھی۔ یوں لگتا تھا سویا ہوا محل جاگ گیا ہے' وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کچھ روز کے لیے ہمارے ساتھ چلو مگر میں نہیں مانی' مجھے ابا میاں کا خوف تھا ان سے پوچھے بغیر بھی میں یہ جانتی ہوں کہ وہ کبھی مجھے جانے کی اجازت نہیں دیں گے' اور آپا! فاخر اپنے ابا کی کتنی تعریف کرتا ہے۔ یہ سب سن کر مجھے حیرت ہوتی ہے۔ میں نے ایک اپنا باپ دیکھا ہے ایک آپ کے بچوں کا دیکھا ہے۔ دونوں ہی سنگدل اور خود غرض' میں تو سمجھی تھی مرد نہ شوہر کے روپ میں اچھا ہوتا ہے نہ باپ کے روپ میں مگر فاخر کچھ اور کہتا تھا۔"

"سلمیٰ بی بی! آپ کو میاں صاحب اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔" ملازم پھر آیا تھا چونکا دینے والے پیغام کے ساتھ۔

"مجھے۔ مگر کیا وہ مہمان چلے گئے؟" سلمیٰ کی حیرت یقینی تھی۔

"نہیں بھئی وہ تو ابھی بیٹھے ہیں۔"

"تمہیں سننے میں غلطی تو نہیں ہوئی۔"

"ایسے ہی خوامخواہ سلمیٰ بابی! آپ ہی کا تو نام ہے؟"

"ہاں نام تو میرا ہی ہے۔" وہ بے دلی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

جھجکتی ہوئی ابا میاں کے کمرے میں داخل ہوئیں تو ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر حاضرین کو دیکھا۔ کچھ تسلی ہوئی اجنبی صورت ایک ہی تھی۔ وہ بھی ساٹھ پینسٹھ سے کم کہاں ہوں گے۔

"یہ میری چھوٹی صاحبزادی ہے سلمیٰ ابا نے تعارف کروایا۔

"اچھا اچھا۔ ماشاء اللہ' سبحان اللہ' کھڑی کیوں ہیں۔ تشریف رکھیے۔" لہجہ پُر شفقت نہیں پُر اشتیاق سا تھا۔ سلمیٰ اماں کے برابر والی کرسی پر ٹک گئیں۔

"کیا مشاغل ہیں سلمیٰ بی بی آپ کے؟"

"کچھ نہیں۔" مختصراً کہا اور ساتھ ہی نفی میں سر بھی ہلایا۔ انہیں یہاں بیٹھنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"کیا یہ شخص اپنے بیٹے کے رشتے کے لیے آیا ہے اگر ایسا ہے تو یہ بہت برا ہوگا میں قیصر کے سوا کسی اور کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ ابا کو مجھ سے ضد کیوں ہے۔ دو بیٹیاں اپنی ضد کی بھینٹ چڑھادی ہیں۔ اب بھی پچھتاوا نہیں ہے۔ ابھی بھی حسرت باقی ہے جو مجھے بھی زندہ درگور کرنا چاہتے ہیں' میرے خدا میں کیا کروں'

کہاں جاؤں۔"

"سلمیٰ، سلمیٰ کیا تم سن رہی ہو؟" ابا میاں نے دو مرتبہ پکارا۔

وہ میز کی طرف مسلسل دیکھ رہی تھیں اور اپنی سوچوں میں گم تھیں۔ مہمان نے اس سے کوئی سوال کیا تھا جو انہوں نے سنا نہیں پھر ابا میاں نے دو مرتبہ پکارا۔ وہ تب بھی پتھر کے بت کی طرح بیٹھی رہیں۔ تب اماں کو اس کا بازو ہلانا پڑا' وہ چونکیں اور سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

"تمہارے ابا بلا رہے تھے تمہیں؟" اور انہوں نے اماں کی آنکھوں میں بھی اداسی کی تحریر پڑھ لی وہ اچانک ہی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ابا میاں! میرے سر میں درد ہے' میں چلتی ہوں۔"

"اوہو' تکلیف زیادہ تو نہیں۔ میں اپنے فیملی ڈاکٹر کو فون کر کے ابھی بلوا لیتا ہوں۔" وہ صاحب تو گھبرا ہی گئے تھے۔

"نہیں نہیں اللہ یار صاحب! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ بیٹھیے کسی کو فون کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ہاتھ میں پکڑا موبائل دیکھتے ہوئے اٹھ کر کھڑے بھی ہو گئے تھے۔ نانا کے کہنے پر مسکرائے اور بولے۔

"میں تو فکر مند ہو گیا تھا۔"

وہ کمرے سے باہر آئیں تو اس کے ساتھ ساتھ اماں بھی چلی آئی تھیں۔

"کیا ہوا اماں! کون آیا ہے؟" دونوں کی سُتی ہوئی صورت دیکھ کر رفعت پوچھنے لگیں۔

"تمہارے ابا کا کوئی ملنے والا ہے' بڑا زمیندار ہے۔ آیا تو رشتے کے لیے ہے۔ اب پتا نہیں لڑکا اس کا بیٹا ہے یا رشتے دار ہوتا ہے۔" اماں تھکے تھکے انداز میں کہہ کر کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"مجھے نہیں کرنا شادی۔" سلمیٰ نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"اچھا نہیں کرنا تو کہہ دو اپنے باپ سے جا کر۔ میری جان کو کیوں آتی ہو' ہائے میرے اللہ! کیا گناہ کیا تھا میں نے۔ اگر اسے دنیا میں نہ بھیجتا تو کیا کمی رہ جاتی تیری دنیا میں' جا سلمیٰ چلی جا دور ہو جا میری نظروں سے اور مجھے جو بھی کہنا ہے بیٹھا ہے وہ تیرا باپ اپنے کمرے میں' اس سے جا کر کہنا۔ میرے پاس مت آیا کرو اپنے اپنے رونے لے کر۔"

پریشانی کے عالم میں اماں انہی پر الٹ پڑی تھیں۔

"ہائے کیا کرتی ہیں اماں! ایسا تو نہ کہیں۔" رفعت ان کے پاس آ بیٹھیں۔

"تو پھر کیا کہوں۔ کیا کروں میں۔ مجبور بے کس بیمار عورت' مت ستاؤ مجھے۔ اس سے کہو جہاں باپ کہتا ہے کر لے شادی۔ آج سے پہلے کتنے ہی رشتے آئے وہ سب اس کے باپ نے خود لوٹائے ہیں اس رشتے میں ہو گی کوئی ایسی بات جو وہ مجھے خوش دکھائی دے رہے تھے۔ اور ہاں ایک بات اور سن لے۔ اب اس قیصر کے خیال کو نکال پھینک اپنے دماغ سے۔ تیرا باپ گلا گھونٹ دے گا تیرا مگر تجھے اس کے ساتھ نہیں بیاہے گا۔"

"تو گھونٹ دیں گلا' کیوں نہیں مار دیتے مجھے۔" وہ بے چارگی کے شدید احساس میں گھری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"اب کے قیصر آئے گا تو میں اسے یہاں آنے سے منع کر دوں گی؟"

"اماں!" وہ تو رونا بھول کر ان کی صورت دیکھنے لگی تھیں اور اماں کہہ کر احتجاج رفعت نے کیا تھا۔

"تم تو جوان ہوتے بچوں کی ماں ہو رفعت! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو ایک ماں ہونے کے ناتے کیا میرا فیصلہ غلط ہے؟"

"مگر اماں! کوئی تو روزن ہو جہاں سے ہوا اور روشنی کا گزر ہو۔" رفعت پھر کہہ رہی تھیں۔

"جب یہ اس قید خانے سے رخصت ہو رہی ہے تو پھر کسی روزن کی ضرورت باقی نہیں رہتی' ہونا تو وہی ہے جو تمہارا باپ چاہے گا پھر اس فیصلے کو پورے دل کے ساتھ تسلیم کر لینا کیا ہم سب کے لیے بہتر

نہیں؟۔"

اماں منتظر ہی رہیں کہ ابا اس بارے میں کچھ بتائیں گے مگر دو روز گزر گئے انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔

"شاید ہمیں غلط فہمی ہوئی تھی وہ شخص ایسے کسی ارادے سے آیا ہی نہیں تھا۔"

اماں کی اس بات نے سلمٰی کے اندر کی بے چینی اور خوف کو ختم کر دیا مگر اماں کی اداسی اور فکریں تو وہیں کی وہیں تھیں۔ پہلے وہ اس خیال سے پریشان ہوئی جاتی تھیں کہ اگر سلمٰی کے ابا نے اس کا رشتہ اپنی مرضی سے طے کر دیا تو اس حساس لڑکی کا کیا بنے گا اور اب یہ فکر کہ اتنی عمر ہونے کو آئی کیا یہ باقی کی عمر اسی دہلیز پر گزار دے گی۔ اس کے نصیب میں کیا دلہن بن کر یہاں سے رخصت ہونا لکھا ہی نہیں۔

اور یہ اس روز سے پانچویں روز کی بات ہے۔ گرم دوپہر کے بعد وہ قدرے معقول شام تھی۔ سلمٰی نہا کر گیلے بالوں کو پشت پر پھیلائے صحن میں کرسی ڈالے بیٹھی تھیں۔ نائمہ اور صائمہ اس سے کچھ فاصلے پر زور شور سے کسی بحث میں الجھی ہوئی تھیں۔ ثروت اور رفعت شام کی چائے اماں جان کے ساتھ کمرے میں ہی پی رہی تھیں تب کامران تقریباً" دوڑتا ہوا باہر سے آیا تھا۔

"چھوٹی خالہ! اتنا فروٹ آرہا ہے ہمارے گھر جتنا کہ کسی دوکان میں ہوتا ہے۔"

"ہمارے گھر۔" وہ حیران ہوئیں۔

"ہاں' ہاں ایک صاحب ہیں خاصے عمر رسیدہ سے۔ لمبی کار میں آئے ہیں اور ان کی گاڑی کے پیچھے ایک پک اپ ہے' سارا فروٹ اسی میں سے اتار کر ہمارے بیرونی صحن میں رکھا جا رہا ہے۔"

خطرے کی گھنٹی بڑے ہی زور سے بجی تھی اور وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"آپا! ثروت آپا! رفو کہاں ہیں آپ؟" وہ مدد کے لیے پکارتی صحن سے اندر کی طرف بھاگی تھیں۔

"کیا ہوا سلمٰی اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟" ان کی خوف میں ڈوبی آواز اور زرد پڑتے چہرے نے سب کو خوف زدہ کر دیا۔

"خالہ! اے خالہ! کیا ہوا' میں تو بتا رہا تھا ایک صاحب اتنا سارا فروٹ لے کر ہمارے گھر آئے ہیں' یہ سنتے ہی آپ دونوں کو پکارتی ہوئی اندر بھاگیں اور اتنی خوف زدہ دکھائی دے رہی ہیں۔"

"کون صاحب آئے ہیں اور کیسا فروٹ؟"

اماں پوچھنے لگیں۔ جب کامران نے آنے والے صاحب کا حلیہ بتایا تو انہیں بھی سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ ٹھنڈی سانس بھر کر پھر سے تخت پر جا بیٹھیں اور تسبیح اٹھا کر دانے گرانے لگیں۔

"میں کیا کروں آپا!" سلمٰی پر کپکپی سی طاری تھی اور ثروت اور رفعت کسی کے پاس ان کے سوال کا جواب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد اماں جان کے لیے بلاوا آگیا۔ تقریباً" بیس منٹ بعد وہ میاں صاحب کے کمرے سے برآمد ہوئیں تو آتے ہی سلمٰی کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"صائمہ! پانی کا گلاس لے کر آؤ۔" ثروت' بیٹی سے کہہ کر ان کے سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ہولے ہولے دبانے لگیں۔

"ہائے میری بچی' میری بے قصور معصوم بیٹی۔" وہ بلک رہی تھیں۔

"امی! خدارا یوں مت کریں۔ دل گھبرانے لگا ہے میرا۔ بتائیے آخر ہوا کیا ہے؟" رفعت خود بھی بے دم سی ہو رہی تھیں۔

صائمہ پانی لے آئی۔ اماں جان نے ایک گھونٹ بھرا اور بولیں۔

"میں نے تو کہا تھا اب تمہارے ابا جو بھی رشتہ سلمٰی کے لیے پسند کر لیں' میں بھی ہامی بھر لوں گی کہ وقت بڑی تیزی سے بھاگ رہا ہے مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ یہ فیصلہ اتنی بے رحمی سے کریں گے۔ ارے وہ جو اس روز آیا تھا جس کے بارے میں میرا خیال تھا۔ لڑکے کا باپ یا سرپرست ہوگا وہ تو خود امیدوار ہے اور تمہارے ابا کو دیکھو۔ راضی ہیں۔"

نانی نے اتنا ہی کہا تھا کہ سلمیٰ چیخ مار کر گر پڑیں اور صائمہ نے رونا شروع کر دیا۔

خوشیاں تو پہلے بھی اس گھر سے دور تھیں مگر اب تو سوگ کی کیفیت تھی۔ رفعت' ثروت' اماں جان سب ہی نے میاں صاحب کو سمجھایا تھا۔ منتیں کی تھیں۔ واسطے دیے تھے۔

مگر بے حد سرد و سپاٹ چہرے کے ساتھ وہ ان گزارش کرنے والیوں کو دیکھتے تھے جب وہ خاموش ہوتیں تو مزے سے کہہ دیتے۔

"ہم فیصلہ کر چکے ہیں اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے' بڑا زمین دار ہے اور علاقے میں بڑا نام ہے اس کا۔"

"ابا! اس کی اور سلمیٰ کی عمر میں بہت فرق ہے۔" باپ کے ہر فیصلے پر سر جھکانے والی رفعت آج بہن کے لیے خاموش نہیں رہ سکی تھیں۔

"یہ کوئی انہونی نہیں ہے اور وہ صحت مند ہے' دولت مند ہے۔ عیش کرے گی تمہاری بہن۔"

"اتنی عمر تک وہ کنوارہ تو نہیں رہا ہو گا۔" ثروت کے کہنے پر بولے۔

"ہاں بیوی ہے اس کی مگر وہ گاؤں میں رہتی ہے۔ سلمیٰ کو شہر میں رکھے گا' بلکہ کوٹھی ہی سلمیٰ کے نام لکھ دے گا۔"

"یہ سب یونہی نہیں ہے' میں خوب جانتی ہوں آپ کو۔ یقیناً آپ نے اپنے کسی مفاد میں ہی بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔" اماں جان نے زندگی میں پہلی بار ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پورے یقین کے ساتھ کہا۔

"جاؤ' چلے جاؤ تم لوگ۔ یہ میرے آرام کا وقت ہے۔" انہوں نے جواب دینا ضروری ہی نہیں سمجھا۔

"ہمیں بے آرام کر کے آپ آرام کریں گے۔" رفعت چلائیں۔

وہ تیزی سے پلٹے اور بولے۔

"جس جس کو میرے فیصلے سے اختلاف ہے' وہ گھر چھوڑ کر چلا جائے۔ مجھے کسی کی پروا نہیں مگر سلمیٰ کی شادی وہیں ہو گی' جہاں میں نے کہہ دیا ہے اور ہاں' قیصر کے گھر پیغام بھجوا دو اب وہ لڑکا اگر ادھر آیا تو میں اسے دنیا سے ہی غائب کروا دوں گا' اتنے لمبے ہاتھ ہیں میرے۔ اب وہ یہاں آنے کی حماقت نہ کرے۔"

"ہاتھ لمبے کیسے ہو گئے؟" یہ سب کی سمجھ میں آ رہا تھا اور یقین گہرا ہو رہا تھا کہ انہوں نے کوئی بازی کھیلی ہے اور اپنے مفاد کے لیے بیٹی کی قربانی دے رہے ہیں۔

وہ سب ان کے کمرے سے لوٹ آئے اور ایک دوسرے سے نظر چرائے ہال کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان کے اترے چہروں نے سلمیٰ کو بتا دیا کہ میاں صاحب نہیں مانے اور اسے امید بھی بہت کم تھی مگر یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ابا جنہوں نے خود اس کے کئی رشتے ٹھکرا دیے' اب انہیں اس کی شادی میں آخر کیا دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

پھر چند روز میں سب نے دیکھا کہ میاں صاحب کے رنگ ڈھنگ بدل رہے تھے۔ انہیں کہیں آنے جانے کے لیے ٹیکسی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ایک فون پر گاڑی بمع ڈرائیور کے گیٹ پر لگنے لگی۔ پھل' سبزیاں ہر دوسرے تیسرے روز ڈھیروں کے حساب میں آنے لگیں' اور تو اور ایک روز زنانہ مردانہ کپڑوں کے تھان بھی ان کا ملازم لیے چلا آیا کہ "گھر والوں کو جو پسند ہے رکھ لیں۔"

انہوں نے سب اسی طرح واپس بھجوانے چاہے' مگر ابا نے اپنی مرضی سے ہی کچھ رکھ کر باقی شکریہ کے ساتھ لوٹا دیے پھر اندر آ کر سب کو خوب ذلیل کیا۔

"شکر نہیں کرتے' حالات بدل رہے ہیں۔ پتا نہیں کس بات پر اتنا اکڑے بیٹھے ہو مگر یاد رکھو' میں نے جھکنا نہیں سیکھا' بڑے بڑوں کو سیدھا کیا ہے اور اب تم لوگوں کی بے وقوفانہ ضد مان لوں۔ نہیں' یہ کبھی نہیں ہو سکتا اور بیگم! تم بھی کان کھول کر سن لو' اب کے اللہ یار صاحب آئیں تو خاطر تواضع میں کمی نہیں ہونی چاہیے اور اگر تم چہرے پر بے زاری لیے کمرے میں آئیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا جو شخص اتنا مہربان

ہے قدر کرو اس کی۔"

"مہربانی کیسی؟ وہ یہ سب اپنی غرض سے کر رہا ہے' اس عمر میں اس بدمعاش کو میری پھول سی بچی چاہیے۔"

"بہت پیسہ ہے اس کے پاس' اس کے لیے رشتوں کی کمی نہیں۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ ہماری بیٹی کا طلب گار ہوا ہے۔"

"مت کہیں اسے بیٹی۔ ارے جو باپ ہوتے ہیں وہ بیٹیوں کو یوں نیلام نہیں کیا کرتے' اپنے لالچ کی بھینٹ نہیں چڑھایا کرتے۔"

اماں جان رونے لگیں اور وہ کمر پر ہاتھ رکھے گردن تانے نپے تلے قدم اٹھاتے کمرے سے چلے گئے۔

روتے روتے اماں جان نے سر اٹھایا اور رفعت سے بولیں۔

"تم نزہت کو فون ہی کر دیتیں' کوئی خط ڈال کر بتا دیتیں۔ میری سلمٰی پر کیا آفت ٹوٹ رہی ہے۔"

"فون کیسے کریں اماں! وہ تو ابا کے کمرے میں رکھا ہے اور خط میں نے اور سلمٰی نے بھی لکھے مگر جواب نہیں آیا۔"

"ارے بچی! اب تو جگہ جگہ فون والی دکانیں (پی سی او) ہیں' کہیں سے جا کر کرلو' شاید وہی کچھ تدبیر کرے۔"

"ہاں باجی! خدا کے لیے نزہت باجی کو فون کریں' فاخر سے بات کریں۔ اس سے کہیں اب آجائے اور میرے لیے کچھ کرے۔" سلمٰی نے جیسے التجا کی۔

رفعت اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"جاؤ دیکھ کر آؤ' نانا اپنے کمرے میں کیا کر رہے ہیں۔" انہوں نے کامران سے کہا تو اس نے آکر بتایا۔

"کرسی پر بیٹھے آج کا اخبار دیکھ رہے ہیں۔"

موقع اچھا تھا' وہ کامران کو ساتھ لیے گھر سے باہر آگئیں۔ فون کیا تو پتہ چلا نزہت تو بہت دنوں سے پنڈی گئی ہوئی تھیں۔ ان کی نند کی طبیعت کچھ اچھی نہیں تھی' اور نزہت کی بیٹی فون پر بتا رہی تھی۔ وہ شاید دس بارہ روز سے پہلے نہ آسکیں۔

"اور فاخر' وہ کہاں ہے بیٹا! اسی کو بلا دو۔"

پچھلے دنوں ان کے دوست کے بڑے بھائی کی شادی تھی' اسی میں مصروف رہے اور آج کل ہماری بھابھی کے ابو مکان بنوا رہے ہیں۔ انہوں نے فاخر بھائی کو بھی نگرانی اور چھوٹے موٹے کاموں کے لیے ساتھ لگا رکھا ہے۔"

"بیٹا! فاخر سے کہنا تمہاری سلمٰی خالہ بہت پریشان ہیں۔ تم پہلی فرصت میں آنے کی کوشش کرو۔ اگر دیر ہو گئی تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔"

"کیا ہوا سلمٰی خالہ کو؟ فاخر بھائی تو ان کی اور آپ سب کی بہت باتیں کرتے ہیں۔"

"بس بیٹا! کیا بتاؤں' دعا کرو' اللہ خیر ہی رکھے اور فاخر کو میرا پیغام ضرور دے دینا۔"

مگر نیلو نے فاخر کو اسی وقت فون کر کے رفعت کے فون کے بارے میں بتایا اور فاخر اگلے روز دوپہر کے ایک بجے ان کے سامنے بیٹھا تھا جو کچھ انہوں نے بتایا' وہ واقعی پریشان کن تھا اور فی الحال اس کے سامنے کوئی حل بھی تو نہیں تھا۔ اس نے روتی ہوئی سلمٰی پر ایک نظر ڈالی اور بولا۔

"نانی! کیا میں نانا سے بات کروں؟"

"نہیں نہیں بچے' اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ بیٹیوں کے معاملے میں ہمیشہ سے ان کا دل پتھر رہا ہے۔"

"اچھا آپ لوگ پریشان نہ ہوں' کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آئے گا۔"

رات کو بستر پر لیٹے ہوئے اسے یہ خیال آیا تھا کہ "اللہ یار کے بیوی بچے بھی ہیں۔ کیوں نہ ان سے ملا جائے اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ ہو سکتا ہے' اللہ یار یہ شادی ان سے خفیہ رکھ کر کر رہا ہو اور پتہ چلنے پر وہ خود ہی اسے روک لیں۔"

اللہ یار کے بارے میں نانا سے تو بات ہو نہیں سکتی تھی' وہ اس کے بیوی بچوں کے بارے میں ذرا سی بھی تفصیل پوچھتا تو وہ کھٹک جاتے۔ اللہ یار سے ملاقات بھی متوقع نہیں تھی۔ اسے یہی خیال آیا جو ڈرائیور آج کل نانا کی خدمت پر مامور ہے' اس کو رام کر کے

معلومات لی جا سکتی ہیں۔

اور صبح جب وہ آموں کے تین کریٹ لے کر آیا تو کامران کی اطلاع پر فاخریہ کہتے ہوئے باہر کو لپکا۔ "نانا کو ابھی اس کی آمد کے بارے میں نہیں بتانا۔" اور جاتے ہی دوستانہ انداز میں ہاتھ ملا کر ڈرائیور کو حیران کیا کہ اس گھر میں تو ایک مغرور بد مزاج بابا ہی اسے ملا کرتا تھا جسے خوامخواہ رعب جھاڑنے کا شوق تھا۔

"اپنے صاحب سے شکریہ کہہ دینا اور یہ جو اتنی سبزی، اتنا فروٹ ادھر بھیج دیتے ہیں۔ لگتا ہے اس سال تو کھانا ہی پڑے گا انہیں۔"

"اوناجی صاحب! ہمارے سائیں بہت پیسے والے آدمی ہیں۔ یہاں سے وہاں دور تک ان ہی کے باغات ہیں۔ اتنا پیسہ ہے کہ انہیں تو خود بھی اپنی دولت کا اندازہ نہیں ہوگا۔"

اس نے بے تکلفی برتی تو ڈرائیور کھل کر باتیں کرنے لگا۔

"پیسہ جتنا بھی ہو، بے دردی سے لٹانے پر کسی کسی کا ہی دل مانتا ہے۔ ان کے بیوی بچے تو برا مانتے ہوں گے۔"

"ہاں، شاید مگر وہ ادھر گاؤں میں ہی رہتے ہیں۔ ادھر کم کم آتے ہیں۔"

"کون سا گاؤں ہے ان کا؟"

"نانے پور سے بالکل قریب ہے۔" ڈرائیور نے پتہ بتایا اور اس نے اللہ یار کے دونوں لڑکوں کا نام بھی پوچھ لیا پھر بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

"ارے کلیم کو تو میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ تو پتا تھا وہ ادھر ہی کسی علاقے کا رہنے والا ہے مگر یہ میں کب جانتا تھا کہ وہ اللہ یار صاحب کا بیٹا ہے۔"

ڈرائیور سے ملنے کے بعد وہ اندر آیا تو خاصا مطمئن دکھائی دیتا تھا، بیٹھتے ہی بولا۔

"مجھے لگتا ہے کام بن جائے گا۔"

"کیسا کام؟" بہت سی آوازیں ابھریں۔

"میں سلمٰی خالہ کی شادی اللہ یار سے رکوانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"اچھا ایسا کیا سوچ لیا ہے تم نے؟" سب خوش ہو گئے۔

"ابھی مت پوچھیں، بس کل میں اللہ یار کی پہلی بیوی اور بچوں سے ملنے اس کے گاؤں جا رہا ہوں۔"

"تمہیں ان کا کیسے پتہ چلا؟"

"مجھے لگتا ہے، بچپن میں امی نے مجھے سیریلیک کی جگہ ببر شیر یوریا کھلائی ہے، تب ہی میرا دماغ بڑا زرخیز ہے۔"

اور اس کی صلاحیتوں پر تو سب کو ہی یقین تھا کہ لب مسکرانے لگے تھے۔

"کب جاؤ گے ان سے ملنے اور وہ رہتے کہاں ہیں؟" اماں بی نے پوچھا تھا۔

"یہاں سے کچھ دور ایک گاؤں میں رہتے ہیں، میں کل صبح سویرے ہی نکل کھڑا ہوں گا۔"

"ہمیں جو بھی کرنا ہے، جلدی کرنا ہے۔ پتہ نہیں نانا کس وقت کون سا دھماکہ کر دیں۔"

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے بیٹا! تم تو ہمارے لیے امید کی کرن بن کر آئے ہو۔" اماں بی کی پلکیں بھیگ رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

صبح بہت سی امیدیں لیے وہ اللہ یار کے گاؤں جانے کے لیے بذریعہ وین روانہ ہوا تھا۔

گاؤں ویسا ہی تھا جیسا کہ جنوبی پنجاب کے گاؤں ہوا کرتے ہیں۔ ہرا بھرا آم اور کینوؤں کے باغوں سے سجا ہوا۔ وین نے اسے جی ٹی روڈ پر آم کے باغ کے قریب چھوڑا تھا۔ باغ میں اسے کوئی ذی روح نظر نہیں آیا، وہ چھوٹا سا بیگ کاندھے پر ڈال کر کچے راستے پر ہو لیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اسے کھیت اور کھیتوں میں چلتا ٹیوب ویل نظر آنے لگا۔ ٹیوب ویل کے قریب بہت سی عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں، بچے نہا رہے تھے اور مرد بھی ٹولیوں میں بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے، وہ راستے سے اتر کر کھیتوں کے درمیان پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ ابھی وہ ان سے کچھ فاصلے پر تھا کہ وہ اس کی طرف

متوجہ ہو گئے۔ کچھ مرد اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کی جانب چلنے لگے۔ ننگ دھڑنگ بچوں نے بھی ان کی پیروی کی، عورتیں اپنی جگہ سے اٹھیں تو نہیں لیکن کام چھوڑ کر ادھر دیکھنے ضرور لگی تھیں۔

"مجھے اللہ یار صاحب کے بیٹوں سے ملنا ہے۔" سب سے پہلے اپنے تک پہنچنے والے مرد سے ہاتھ ملانے کے بعد وہ فوراً بولا۔

"اچھا جی، آپ وڈے سائیں کے مہمان ہیں پھر تو سارا پنڈ اپنا ہی سمجھیں۔" اب وہ سب اسے بہت احترام سے دیکھ رہے تھے۔

ان میں سے دو معتبر قسم کے مرد اسے اللہ یار کے بیٹے کلیم کے ڈیرے پر لے گئے۔ خاصا بڑا اور پکا ڈیرہ تھا۔ آم کے باغ کے درمیان یہ کافی خوبصورت عمارت تھی۔

"یہ ڈیرا اللہ یار سائیں نے بنوایا تھا مگر اب تو وہ شہر میں ہی رہتے ہیں۔ ادھر نہیں آتے، اس جگہ کو کلیم سائیں ہی استعمال کرتے ہیں۔"

"اللہ یار کے دو بیٹے ہیں نا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں جی ہیں تو دو مگر بڑے والا تو سائیں لوک ہے بے چارے کو اپنا ہوش ہی کہاں ہے۔ سب کچھ کلیم سائیں ہی دیکھتے ہیں۔ بڑے اچھے ہیں جی کلیم سائیں۔ غریبوں کے ہمدرد ہیں۔ اگر سب کچھ ان کے ہاتھ میں آجائے تو ہم غریبوں کی قسمت ہی بدل جائے۔" دیہاتیوں کی طرح مسلسل بولنا اس کا بھی شوق تھا اور یہ شوق فاخر کے کام آرہا تھا۔

"پتہ نہیں سائیں ڈیرے پر ہوگا بھی یا نہیں۔ میں پتا کر کے آتا ہوں۔"

وہی شخص آگے بڑھ گیا اور اچھی خبر کے ساتھ واپس آیا، کلیم موجود تھا۔

اسے نہ پہچان سکنے کے باوجود اچھی طرح ملا اور ملازم سے آم ٹھنڈے کر کے لانے کو کہا۔ فاخر نے بھی فوراً ہی مدعا بیان نہیں کیا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اس کے ڈیرے اور اخلاق کی تعریف کی۔

"...نی یہ میری اماں کی تربیت ہے۔"

"اور والد صاحب، وہ بھی تو بہت پاپولر شخصیت ہیں۔"

"ہاں، ہوں۔" یقیناً اسے باپ سے زیادہ انسیت نہیں تھی۔ بولا۔ "کیا آپ میرے والد کو جانتے ہیں؟"

"ہاں، آج آپ تک آنے کی وجہ آپ کے والد صاحب ہی ہیں کلیم صاحب۔"

"آپ کے انداز سے مجھے ایسا لگا ہے فاخر صاحب! آپ کو میرے ابا سے کچھ نقصان پہنچا ہے۔"

"آپ بہت ذہین ہیں سائیں! بالکل ٹھیک سمجھے ہیں آپ اور میں آپ کے پاس مدد کی امید لے کر آیا ہوں۔"

"اوہ پھر تو غلط جگہ آگئے میرے بھائی!" کلیم نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ تاسف سے سر جھٹکا۔ اسے یقیناً باپ سے بہت گلے تھے۔

"آپ تو مجھے مایوس کر رہے ہیں۔" فاخر نے کچھ بھی جتائے بغیر کہا۔

"وہ میرے والد ہیں مگر ہمارے درمیان نہ تو بے تکلفی ہے نہ محبت۔ وہ کبھی کبھار ہی گاؤں آتے ہیں۔ شہر میں بہت جائیداد بنالی ہے انہوں نے پھر وہیں شادی بھی کرلی۔ ایک بیٹی بھی ہے اس بیوی سے پھر کسی اداکارہ کے ساتھ بھی نام آتا رہا۔ میرا خیال ہے فاخر صاحب! آپ یہ سب جانتے ہی ہوں گے ان کے بارے میں، میں تو صرف یہ جتانا چاہ رہا ہوں کہ ہم ان کے کسی معاملے میں دخل نہیں دیتے۔"

"مگر آپ ان کے بیٹے ہیں، اس جائیداد کے وارث ہیں۔ بولنا، احتجاج کرنا حق ہے آپ کا۔"

"دو بھائی ہیں جی ہم، بڑا تو سائیں لوک ہے اور اس دکھ نے میری ماں کو چارپائی پر ڈال دیا ہے۔ میں ہی اس کی تمام امیدوں کا مرکز ہوں۔ مجھے اپنی ماں اور بھائی سے بہت محبت ہے اور میں اپنی ماں کا کہا نہیں ٹال سکتا۔ اس نے مجھے صبر، شکر کا سبق دیا ہے اور کہا ہے کہ کبھی باپ سے مت الجھنا۔ اس کا اپنا راستہ ہے، ہمارا اپنا ہے۔ اسے اسی راہ پر لگے رہنے دو جو اسے پسند

ہے۔ اگر اسے روکو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔"

"اوہ' میں غلط جگہ پر آگیا۔" فاخر نے مایوسی سے سوچا۔ وہ تو یہ سوچ کر آیا تھا' جب ان لڑکوں کو پتہ چلے گا کہ ان کا باپ شادی کر رہا ہے اور جائیداد میں سے بھی کچھ اس کے نام لگا رہا ہے تو یہ لوگ رشتہ ختم کروانے کو اٹھ کھڑے ہوں گے مگر ایسا کچھ بھی نہ ہو سکا۔ کلیم بیٹا تو تھا مگر باپ کے مقابلے میں اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں تھی۔

"اچھا میں چلتا ہوں۔" یہ جاننے کے بعد کہ وہ اس کی مدد نہیں کر سکے گا' فاخر کو اب یہاں ٹھہرنا بے کار ہی لگ رہا تھا۔

"ایسے کیسے جا سکتے ہیں آپ' دوپہر کا کھانا کھا کر جانا۔"

"نہیں کلیم صاحب! بہت شکریہ آپ کا مگر میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مجھے جلدی جانا ہے۔"

واپسی پر بار بار وہ ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو دل میں امیدوں کے چراغ جلائے اس کا راستہ دیکھ رہے ہوں گے۔ سلمیٰ خالہ ایک بار پھر مایوسیوں میں گھر جائیں گی۔ وہ عجیب مشکل میں گھرا تھا اور اسے اس مسئلے کا اب کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا' مگر وہ اتنی جلدی ہمت ہارنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"میں خالہ کو اپنے ساتھ لاہور لے جاؤں گا پھر وہ نانا کے کسی خود غرض فیصلے کی پابند نہیں ہوں گی۔ میں ان کے لیے ڈھال بن جاؤں گا۔ ہاں یہی مناسب ہے۔ نانا کو پتہ چل جانا چاہیے۔ خالہ موم کی گڑیا نہیں ہیں اور خالہ ان کی جائیداد بھی نہیں ہیں' جسے وہ اپنی مرضی سے استعمال کر سکتے ہیں۔ سلمیٰ خالہ جیتا جاگتا وجود ہیں۔"

ایسی ہی سوچوں میں گھرا وہ گھر تک آیا تھا اور امیدوں سے سجے چہروں نے اس کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔

"کیا ہوا؟ کیا بنا؟ اچھی خبر ہے نا؟" کتنے سوال تھے اور وہ ایک ہی جواب چاہتے تھے۔

"پہلے پانی تو پلا دیں۔ پیاس سے حلق خشک ہو رہا ہے۔"

صائمہ جلدی سے پانی لے آئی' وہ سب پھر منتظر تھے۔

"میں سخت تھکا ہوا ہوں' پہلے نہالوں پھر آکر بیٹھتا ہوں تو باتیں کرتے ہیں اور آپ پریشان نہ ہوں' اس مسئلے کے تو ایک سو ایک حل ہیں میرے پاس۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے کام نہیں بنا۔" جوت بجھ گئی۔ چہروں پر تھکن اور مایوسی اترنے لگی۔

"میں نے کہا نا' یہ بات نہیں بنی۔ کوئی اور حل نکال لیں گے۔"

"تمہارے نانا اب تک جیتتے ہی آئے ہیں۔ وہ اب بھی جیت جائیں گے۔" اماں بی مکمل مایوس تھیں۔

وہ نہانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا' نہا کر واپس آیا' تب بھی وہ سب یہیں اسی جگہ اسی پوزیشن میں بیٹھے تھے جیسے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

"کھانا لاؤں آپ کے لیے؟" صائمہ نے پہلے اسے پانی لا کر دیا تھا' اب کھانے کے لیے فکر مند ہوئی۔

"ہاں لے آؤ' مجھے اچھی خاصی بھوک لگ رہی ہے۔" وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ اس نے سلمیٰ خالہ کے اداس چہرے کی جانب دیکھا اور بولا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے خالہ! آپ کو اپنے ساتھ لاہور لے جاؤں گا۔" لہجے کی سنجیدگی' ارادے کی پختگی کو ظاہر کرتی تھی۔ لڑکوں نے جھٹ اس فیصلے کو سراہا مگر خواتین خاموش تھیں۔

"بس آپ تیاری کر لیجیے' ہم جلد ہی یہ شہر چھوڑ دیں گے۔"

"نہیں فاخر! میں کوئی کچی عمر کی جذباتی لڑکی تو نہیں ہوں۔"

"تو میں آپ کو کسی غلط راہ پر تھوڑی چلنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ وہ آپ کی بہن کا گھر ہے اور آپ اپنے بھانجے کے ساتھ وہاں جا رہی ہیں۔"

"مگر میں اس طرح وہاں جاؤں گی تو اس کا واضح مطلب ابا کے فیصلے سے روگردانی ہوگی۔ تم نہیں جانتے فاخر! میرے اس طرح چلے جانے سے گھر کی باقی بیٹیوں پر عرصۂ حیات کس قدر تنگ ہو جائے گا اور

عین ممکن ہے ابا صائمہ یا نائمہ میں سے کسی کو میری جگہ بھیج چڑھا دیں۔"

"اوہ' واقعی۔" اس نے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا۔

کچھ دیر وہ لب بھینچے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "آپ لوگوں نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے۔ کیا ساری عمر اسی جھڑتی دیواروں والی حویلی میں ایک جابر بوڑھے کی حکمرانی میں گزار دیں گے۔"

"ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔" ثروت خالہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"آپ دونوں ماشاء اللہ سے جوان ہوتے بچوں کی مائیں ہیں' اس عمر میں تو جس راستے پر قدم رکھو' وہی منزل بن جاتا ہے۔ آپ لوگ یہاں سے نکلیں' ہمت سے کام لیں اور اللہ پر بھروسہ کریں۔ نانا یہاں کامران اور زمان کو کہتے ہیں کہ کام کرو اور اپنا بوجھ خود اٹھاؤ مگر اس چھوٹے سے شہر میں وہ کیا کام کر سکتے ہیں۔ آپ لاہور چلیں۔ یقین کریں بہت جلد اپنے پیروں پر خود کھڑی ہو جائیں گی۔"

"ہاں میں بھی یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔" یہ کہتا لاتی صائمہ تھی اور اس کی آواز میں جوش اور نئی دنیا دیکھنے کی خواہش چمک رہی تھی۔

"بیٹا! تمہاری تجویز بہت اچھی ہے مگر گھر بار کسی جوش کے سہارے نہیں چھوڑے جاتے' ہمارے ہاتھ بالکل خالی ہیں۔ ہم کہاں جائیں گے۔ کون ہمارے بچوں کو نوکریاں دے گا جو ابھی میٹرک میں پڑھتے ہیں۔"

"آپ کی بات ٹھیک ہے رفعت خالہ! مگر آپ بے سہارا تو نہیں' ہمارا گھر بہت بڑا ہے۔ ایک پورا پورشن خالی پڑا ہے اور امی جب یہاں سے گئی تھیں' ابو کے سامنے اس حویلی کا ذکر کیا تھا۔ انہوں نے تب ہی کہا تھا ہمارے گھر کا ایک حصہ خالی پڑا ہے' وہ لوگ گرتی دیواروں کو چھوڑ کر ادھر کیوں نہیں آجاتے۔"

"یہ تم لوگوں کی محبت ہے بیٹا! مگر یوں سمجھو' ہمارے پاؤں میں زنجیریں ہیں ہم نہیں جا سکتے۔"

"مگر میں ضرور جاؤں گا۔" کامران کا نوجوان خون جوش میں آگیا تھا۔ "اور میں بھی۔" یہ زمان تھا۔

"ہاں بھائی! ہم دونوں چلیں گے' پڑھیں گے اور جاب بھی کریں گے بلکہ اگر مزدوری بھی کرنا پڑی تو کریں گے مگر اپنی دنیا آپ بنائیں گے۔ اب نانا کے بنائے اصولوں پر جینا مشکل ہونے لگا ہے۔"

"ہاں بھائی! پھر میں بھی لاہور کے کسی کالج میں ایڈمیشن لے لوں گی۔" صائمہ کی آنکھوں میں خواب اترنے لگے تھے۔

"شاباش ینگ پارٹی' مجھے تم سے یہی امید تھی اور صائمہ! تم نے لڑکی ہو کر بھی ہمیشہ نانا کے غلط فیصلوں پر احتجاج کیا' تمہاری یہ دلیری مجھے بہت اچھی لگی ہے۔ تمہارے لیے ڈبل شاباش۔"

اور جوانی کی دہلیز پر نیا نیا قدم رکھنے والی وہ لڑکی جو فاخر کو اپنا آئیڈیل مان چکی تھی۔ یوں تعریف پر شرما گئی اور پھر فاخر کی آواز ساری رات اس کے ساتھ ساتھ رہی۔ بہت دنوں سے وہ اسے سوچنے تو لگی تھی مگر آج اس نے توجہ دی تو دل کے دھڑکنے کا انداز بدلنے لگا تھا۔

"نانا! ہم دونوں لاہور جا رہے ہیں۔" صبح جب میاں صاحب ناشتے کے بعد اخبار دیکھ رہے تھے۔ کامران اور زمان کمرے میں آئے تھے اور یک زبان ہو کر کہا تھا۔

"لاہور جا رہے ہو مگر کیوں اور کس کی اجازت سے؟" آج تک یہ بچے اجازت لینے کے انداز میں بات کرتے رہے تھے اور آج فیصلہ سنا رہے تھے۔ غصہ کرنا ان کا حق بنتا تھا۔

"ہم پڑھیں گے اور جاب بھی کریں گے۔ بھلا اس چھوٹے سے شہر میں ہمارا کیا مستقبل ہو سکتا ہے۔"

"اب کسی کو جاب کرنے کی ضرورت نہیں' ہمارے حالات جلد اچھے ہو جائیں گے۔" میاں صاحب کا انداز بھی نوابوں والا ہو گیا۔

"نہیں' اب ہمیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونا ہے اور یہاں نہیں رہنا۔"

"بے ہدایت' نالائق' بدتمیز نمک حرام لڑکے! بلاؤ

اپنی ماؤں کو۔" وہ آپے سے باہر ہونے لگے۔
ذرا دیر بعد رفعت اور ثروت سامنے تھیں۔
"یہ کیا بک رہے ہیں تمہارے لڑکے' دماغ خراب ہوگیا ہے ان کا۔ کہہ دو ان دونوں سے' آرام سے بیٹھ جائیں' ورنہ میں دماغ درست کرنا بھی جانتا ہوں۔"
"نہیں ابا! یہ فیصلہ صرف ان دونوں کا ہی نہیں ہمارا بھی ہے۔ اب ہمارے بچوں کو یہاں نہیں رہنا چاہیے۔" رفعت نے کب ان سے اس طرح بات کی تھی۔ آج اختلاف کیا تو آواز واضح طور پر کپکپا رہی تھی۔
"تو اب تم لوگ اپنے فیصلے خود کرنے کے قابل ہوگئے ہو' مگر میرا نام صلاح الدین ہے۔ میں نے ہمیشہ حکومت کی ہے' تم لوگوں کی سرکشی میری برداشت سے باہر ہے۔ جانا ہے تو سب جاؤ' صرف بیٹوں کو کیوں بھیج رہی ہو۔ تم دونوں' تمہارے باقی کے بچے' سب چلے جاؤ' مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"
"ابا! اکیلے جینا بڑا مشکل ہوتا ہے اور اس عمر میں تو اپنوں کی اور بھی ضرورت ہوتی ہے۔"
"سب سے اہم ضرورت پیسہ ہے' جب یہ پاس ہو تو پھر کسی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"
"ماموں میاں! اگر ایسا ہوتا تو پھر کوئی پیسے والا غمگین نہ ہوتا۔ ہم بچوں کو اس لیے بھیج رہے ہیں تاکہ وہ اپنا مستقبل بنا سکیں۔" ثروت نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔
"ہاں تاکہ بہت جلد وہ میرے سامنے تن کر کھڑے ہو سکیں۔ میرے ہر فیصلے کو چیلنج کر سکیں۔ اس گھر میں جو رہے گا اسے میرے اصولوں کے مطابق ہی زندگی بسر کرنا ہوگی' ورنہ اس گھر کے دروازے کھلے ہیں جو جانا چاہے' چلا جائے اور اب مزید کسی بحث کی گنجائش نہیں' تم لوگ جا سکتے ہو۔"
"ابا! یہ ظلم ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ میرے بچے ہمیشہ محرومیوں میں گھرے رہیں۔"
"میں تو کہہ رہا ہوں چلے جاؤ تم سب اور اب جبکہ تم میرے ہر فیصلے کو ظلم قرار دے رہی ہو پھر تو تمہیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اپنا سامان اٹھاؤ اور چلی جاؤ۔"
"ابا! میں یہاں پڑی ہوئی ہوں تو صرف آپ کی وجہ سے' آپ نے میرے حق کو غصب کیا اور شوہر نے اسی جرم میں مجھے گھر سے نکال دیا۔ آپ نے میرا حق اپنے لاڈلے بیٹے کے نام منتقل کر دیا۔ میں چپ رہی اور آج آپ کہہ رہے ہیں' میں اس گھر سے نکل جاؤں۔ کیوں جاؤں میں یہاں سے۔ یہ گھر میرا بھی ہے' یہاں سے مجھے کوئی نہیں نکال سکتا۔"
"میں تمہیں عاق کر چکا ہوں۔ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں بیٹے کو سونپ چکا ہوں۔ تم اب کسی عدالت میں مجھے چیلنج نہیں کر سکتیں۔"
"ایک عدالت تو ہے ابا! اور وہاں فیصلہ ہمیشہ مظلوم کے حق میں دیا جاتا ہے۔ آپ اللہ کی عدالت کو بھول گئے ہیں اور ڈریں اس وقت سے جب میں اس قادر و قدیر کے سامنے یہ مقدمہ رکھ کر انصاف مانگوں گی۔"
"ہاں ہاں جاؤ' جو کرنا ہے کرو۔"
میاں صاحب کا دل ہمیشہ سے پتھر تھا مگر اب کچھ دنوں سے وہ جیسے ہر شے کو ٹھوکر میں سمجھنے لگے تھے۔ لہجے میں رعونت پہلے سے کہیں بڑھ گئی تھی اور وہ دونوں تو یہ بات چھیڑ کر پچھتا رہی تھیں۔
بچوں نے نانا کی رکھائی دیکھی تو اسی وقت یہاں سے چلنے کو تیار ہوگئے۔
"تم لوگ ابھی بچے ہو۔ دماغ سے نہیں' دل سے سوچتے ہو۔ یہ مت بھولو' یہ دنیا بہت بری ہے۔ یہاں پر اکثریت تمہارے نانا کی طرح سخت دل رکھتی ہے۔ ایسا نہ ہو یہاں سے جانے کے بعد ہم کہیں کے نہ رہیں۔" رفعت کو اندیشے لاحق تھے۔
"اوہو خالہ! آپ تو یوں کہہ رہی ہیں جیسے اس گھر سے باہر نکل کر سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ ہے ہی نہیں۔ میں کہہ تو رہا ہوں میرا گھر حاضر ہے۔ اگر میری بات کی اہمیت نہیں تو آپ میرے ابو سے بات کر لیں۔"
"ہاں رفعت! فاخر ٹھیک کہتا ہے۔ دیکھو آج وقت پھر بھی ہمارے ہاتھ میں ہے کہ بچے پڑھنے لکھنے کی عمر

میں ہیں۔ کل جب ان کی عمریں زیادہ ہو جائیں گی' اگر ماموں میاں ہمیں یہاں سے نکلنے کو کہیں گے تو بتاؤ پھر ہم کیا کریں گے؟ یہی وقت مناسب ہے۔ بچے پڑھ لکھ کر چند سال میں اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔"

"گڈ' ویری گڈ۔ آنٹی ثروت! آپ کی بہادری اور دانائی دونوں نے مجھے متاثر کیا ہے اور میں آپ دونوں کو یقین دلاتا ہوں' ہر طرح سے مدد کروں گا۔ ارے میں تو اسے بھی کاریگر اور فنکار بنا کر کہیں سے کہیں پہنچا دوں جسے سیدھی لکیر ڈالنی بھی نہ آتی ہو۔ آپ دونوں تو بڑی باہنر خواتین ہیں۔ اچھے ڈیزائنوں کے کپڑے سلائی کر کے بوتیک چلائیں گے' بلکہ کوئی سلائی اسکول بھی کھولا جا سکتا ہے۔"

"سرمایہ درکار ہو گا بچے!"

"ارے رفعت خالہ! سرمائے کی فکر نہ کریں' آپ کے لیے تو میں تارے بھی توڑ کر لے آؤں گا۔"

"میرا خیال ہے امی! اب بحث مت کریں' ہمیں چلنا ہی چاہیے۔" کامران کے کہنے پر رفعت کو ہامی بھرنا پڑی۔

☼ ☼ ☼

وہ لوگ جانے کو تیار تھے' مختصر سامان باندھا جا چکا تھا۔ رفعت نے فاخر کے والد سے فون پر بات بھی کر لی تھی۔ اب اس گھر میں نانا کے ساتھ صرف نانی اماں اور سلمٰی نے رہ جانا تھا۔ فاخر نے تو کہا تھا' آپ بھی چلیے مگر نانی اماں نانا میاں کو چھوڑنے پر کسی طرح تیار نہیں تھیں اور سلمٰی کا کہنا تھا کہ وہ اپنی اماں کے بغیر کیسے جا سکتی ہیں۔

"یہ دونوں بچوں والی ہیں اور اپنے بچوں کے ساتھ جا رہی ہیں مگر میرا یوں نکلنا تو بغاوت کہلائے گا اور ابا میاں اس کا بدلہ میری بوڑھی ماں سے لیں گے۔ میں ماں کی [illegible] برداشت نہیں کر سکتی۔"

[illegible] کا اچانک ہی اوکاڑہ جانے کا پروگرام بن گیا [illegible] گئے تھے کہ دو روز تک واپسی ہو گی۔

ان کی غیر موجودگی میں فاخر' قیصر کو بلا لایا تھا مگر سلمٰی نے اس سے ملنے اور سامنے آنے سے انکار کر دیا تھا۔

"تو جی ظلم توڑ رہے ہیں آپ کے والد صاحب اور غصہ نکال رہی ہیں آپ بے چارے قیصر صاحب پر۔"

"کیا فائدہ فاخر! جس گلی جانا نہیں' میں اب اس کے خواب بھی جھٹک دینا چاہتی ہوں۔"

"خوابوں پر اپنا اختیار نہیں ہوا کرتا اور فی الحال اتنی مایوس نہ ہوں' میں تو ہر آہٹ پر کان لگائے رہتا ہوں۔ شاید ابھی کوئی آ کر بتائے' وہ بڈھا اللہ یار فوت ہو گیا ہے۔"

"اللہ بھی تو ظالم کی رسی دراز کر دیتا ہے۔ شیطان اتنی جلدی نہیں مرا کرتا۔"

"جلدی کہاں' اچھے خاصے عمر رسیدہ ہو چکے ہیں۔"

"اچھا تم جاؤ۔ کہہ دو قیصر سے' مجھے نہیں ملنا۔"

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چلا گیا اور جا کر قیصر کو ادھر بھیج دیا۔

"میرے گھر والے راضی ہیں' تمہاری اماں جان کی مرضی بھی میرے لیے ہے تو کیوں نہ ہم نکاح کر لیں۔"

"ہاں یہ مشکل نہیں مگر وہ بہت بڑا زمین دار ہے' چین سے جینے کب دے گا ہمیں۔ قیصر! آپ بوڑھی ماں کا واحد سہارا ہیں اور میرا دل آپ کو دیکھ کر دھڑکتا ہے' اگر آپ کو کچھ ہو گیا۔۔۔ نہیں نہیں بس میری قسمت میں شاید بربادی ہی لکھی ہے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"یہ میں نہیں کر سکتا' یقین کرو سلمٰی! میں نے تمہیں روح کی گہرائیوں سے چاہا ہے۔ مجھے امید تھی۔ حالات ہمارے حق میں ہو جائیں گے مگر قسمت میں کچھ اور لکھا تھا اور میرے لیے نہ تم سے پہلے کوئی تھا نہ بعد میں کسی کے دم سے یہ دل آباد ہو گا۔ تم مجھے ملو نہ ملو مگر میرے ساتھ ساتھ تم ہی رہو گی۔"

"نہیں قیصر! آپ مجھے بھول جائیے گا۔ آپ۔۔۔ آپ کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لیجیے گا۔" وہ

روئے چلی جارہی تھی۔

"مجھے تمہارے سوا کوئی اچھی لگے گی ہی نہیں۔"

"وقت بہت بڑا مرہم ہے' آپ کو بھی قرار آ ہی جائے گا۔"

"کیا تم مجھے بھلا پاؤ گی؟"

"میری زندگی میں تو آپ کے سوا کچھ ہے ہی نہیں قیصر! مگر آپ آنے والے وقت کو اپنے لیے بہتر بنا سکتے ہیں۔ بس آپ مجھے بھول جائیے گا۔"

"اوہو سلمیٰ خالہ! یہ کیا ضد لگا رکھی ہے آپ نے۔ اگر انہوں نے بھولنا ہوگا تو اس کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں چاہ رہا تھا' آپ دونوں کچھ اچھی اچھی باتیں کرتے مگر ایسی اداس دردناک گفتگو سن کر مجھے انٹری دینا ہی پڑی۔ ویسے اللہ یار کو بھگانے کا ایک آئیڈیا ہے میرے پاس اور مجھے یقین ہے وہ الٹے پاؤں بھاگے گا اور واپس مڑ کر نہیں دیکھے گا۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟" دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

"بس آپ میرا یقین کریں۔"

مگر اسے اپنی تراکیب استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

اوکاڑہ سے واپسی پر نانا میاں کو حادثہ پیش آگیا۔ چوٹ خاصی سیریس تھی اور وہ بے ہوش تھے۔ انہیں ملتان کے نشتر ہاسپٹل میں داخل کروانا پڑا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا۔ "سر کی چوٹ ہے' آپریشن کرنا پڑے گا مگر پھر بھی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔"

لاہور سے نزہت' ان کے میاں اور طارق بھی آگئے تھے اور جونہی اللہ یار کو اطلاع ملی' وہ بھی چلے آئے تھے۔ فاخر ان تینوں کو پہلے ہی اللہ یار کے بارے میں بتا چکا تھا اور انہیں نانا کی سنگ دلی پر رنج اور حیرت ہوئی تھی۔ اللہ یار سے فاخر کی اس سے پہلے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ کامران نے بتایا کہ یہی وہ حضرت ہیں۔ وہ آگے بڑھا اور جونہی اللہ یار نے گرم جوشی سے ہاتھ ملانے کے بعد اپنا نام بتایا تو فوراً بولا۔

"معاف کیجئے گا' ہم لوگ تو آپ کے نام سے واقف ہیں نہ صورت پہچانتے ہیں۔"

"اچھا' حالانکہ میرا رشتہ تو صلاح الدین صاحب کی فیملی کے ساتھ بہت گہرا اور قریبی ہے۔ خیر' آپ ان کی بیگم صاحبہ کو بلوائیے۔ وہ مجھے پہچانتی ہیں اور میرے تعلق کو بھی جانتی ہیں۔"

"جی جی کیوں نہیں' ابھی بلواتا ہوں۔" وہ اندر گیا اور اماں بی کو کچھ سمجھا کر لے آیا۔

انہیں دیکھتے ہی اللہ یار صاحب کرسی سے اٹھے مودبانہ سلام عرض کرنے کے بعد حادثے پر افسوس کا اظہار کیا۔ نانا کی جلد صحت یابی کی خواہش کا اظہار ہوا پھر بولے۔

"اس وقت آپ کی فیملی کے بہت سے ممبر یہاں موجود ہیں۔ میرا تعارف ہی ان سب سے کروادیں۔"

"آپ کا کیا تعارف کرواؤں جبکہ میرا خیال ہے آپ میرے شوہر کے کچھ ایسے پرانے دوستوں میں سے بھی نہیں ہیں۔" انہوں نے فاخر کی سمجھائی بات کے عین مطابق کہا۔

"جی کیا مطلب؟" اللہ یار صاحب کچھ حیران سے ہوئے مگر کچھ سوچ کر خاموش ہو رہے۔ اماں بی ذرا دیر ہی بیٹھیں پھر اٹھ کر اندر چلی گئیں' البتہ فاخر وہیں موجود رہا۔

"کمال ہے' صلاح الدین صاحب نے اپنی فیملی کو بتایا تک نہیں۔"

"کس بارے میں نانا جان! آپ کو شاید میرا نانا جان کہنا برا لگا مگر آپ نانا کے دوست ہیں۔ عمر میں ان سے شاید کچھ کم ہوں مگر لگتے بالکل ان کے برابر کے ہی ہیں۔"

"انہوں نے اپنی بیٹی سلمیٰ کا رشتہ مجھ سے طے کیا تھا۔" نانا کہنے پر وہ بہت ہی بدمزہ ہوئے تھے۔

"آپ سے طے کیا اور آپ نے قبول کرلیا؟" وہ بے یقین تھا۔

"ہاں کرلیا قبول' دولت مند ہوں' رکھ سکتا ہوں

انہیں۔" فاخر کو ان کا یہ انداز ایک بار پھر تاؤ دلا گیا۔
"اف' میں نے آپ کو پہچاننے میں غلطی کس طرح کرلی۔ آپ تو گریٹ ہیں' ایسی لڑکی جس کا دماغی توازن درست نہ ہو جو اپنے پہلے شوہر کو قتل کرنے تک کی کوشش کر چکی ہو' آپ نے اس کے لیے ہاں کردی؟ میں کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کروں۔ خالہ کے خطرناک دوروں نے تو گھر بھر کا سکون برباد کر رکھا تھا۔"
فاخر مزید کچھ کہتا مگر اللہ یار کے چہرے پر تباہ کن زلزلوں کے آثار دیکھ کر رک گیا۔
"کیا ہوا' کیا میں کچھ غلط بول گیا۔ ہائے میری قینچی زبان ایک بار چل پڑے تو رکنے کا نام نہیں لیتی۔ یقیناً نانا نے آپ سے چھپایا ہوگا کہ ان کی بیٹی لاعلاج مرض کا شکار ہے۔ ہاں وہ بھلا کیوں بتاتے۔ بڑے ہی کائیاں شخص ہیں۔ میرے ابا کی اور ان کی تو کبھی نہیں بنی۔"
"میں چلتا ہوں۔" وہ اب مزید رکنے کو تیار نہیں تھے۔
"ضرور' مگر پہلے ہماری فیملی سے مل تو لیجئے اور کچھ لوگ یہ جان کر کہ آپ نے خالہ کے لیے ہاں کی ہے' آپ کی بے وقوفی پر ہنسیں گے مگر پروا مت کیجئے گا۔"
"میں نے کوئی ہاں نہیں کی۔ یہ صلاح الدین کی اپنی خواہش تھی مگر میرا ایسا کوئی ارادہ کبھی نہیں رہا۔"
"مگر ابھی تو آپ کچھ اور کہہ رہے تھے۔ ٹھہریے' میں آپ کو ایسے تو نہیں جانے دوں گا۔"
"اوہ تم ہوتے کون ہو میرے راستے میں آنے والے' جانتے نہیں ہو میں کون ہوں اور کتنی دہشت ہے میری اس علاقے میں اور اس عیار بوڑھے نے میرے ساتھ چالاکی کی کوشش کی۔ اگر وہ بستر مرگ پر نہ ہوتا تو میری گولی سے مرتا۔ تم لوگ مجھ پر کوئی دعوا نہیں کرسکتے۔ میں جارہا ہوں۔"
وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے تیزی سے باہر نکل گئے۔
"واہ میرا زرخیز دماغ۔" اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر یہ خبر سب کو سنانے اندر چلا گیا۔
اس کی بات سن کر ہنسے تو سب ہی مگر شاباش بھی بہت ملی۔
"اب میرا اگلا مشورہ یہ ہے کہ نانا کے ہوش میں آنے سے پہلے سلمیٰ خالہ کا نکاح قیصر صاحب سے کردیا جائے۔"
"ہاں' یہ بھی معقول تجویز ہے۔" ابو نے سب سے پہلے اتفاق کیا اور مردوں میں یہاں ابو سے زیادہ معتبر کون تھا' وہی اس وقت گھر کے سربراہ تھے اور نانا کی قسمت کہ جس بیٹے کو ہمیشہ بیٹیوں پر فوقیت دی' وہ انہیں دیکھنے بھی نہیں آیا تھا۔
بڑی سادگی سے سلمیٰ خالہ کا نکاح قیصر سے ہوگیا مگر لڑکیوں نے ارمان پورے کرنے کو شوخ کپڑے ضرور پہن لیے تھے اور فاخر نے دیکھ لیا تھا کہ نیلے لباس میں ملبوس صائمہ بار بار اس کے سامنے سے گزری تھی۔
"امی۔۔۔ امی جی۔۔۔ جب میری شادی کا ارادہ ہو تو اس لڑکی کو نظر میں رکھیے گا۔" جب وہ چائے کے برتن سمیٹتی اس کے قریب آئی تھی۔ تب اس نے امی سے کہا تھا اور ٹرے میں رکھے پندرہ بیس کپ ٹرے سمیت اچھی خاصی آواز کے ساتھ فرش پر گر کر کرچیوں میں بدل گئے تھے۔
"تم بھی نافاخر! بچی کے سامنے' کچھ حیا کرو۔" امی نے اس کے سر پر چپت رسید کی۔
صائمہ کچن میں بھاگ گئی۔ نزہت' رفعت کی طرف متوجہ ہوئیں اور وہ سب کو باتوں میں مصروف چھوڑ کر کچن کی طرف چل پڑا۔ اسے صائمہ سے کچھ کہنا تھا۔ وہی سب جو تنہائی میں کہنا ہی اچھا لگتا ہے۔

☆